بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ

الحق

شوال ۱۴۲۴ھ دسمبر ۲۰۰۳ء

مُدیر مسئول

مولانا سمیع الحق

قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف

جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

صدقہ جاریہ میں شامل ہو کر تا قیامت ثواب دارین حاصل کریں

اپیل

جامعہ میں زیر تعلیم ڈھائی ہزار طلباء کی دینی تعلیم و تربیت میں حصہ لینے کیلئے چرمہائے قربانی یا انکی قیمت، صدقات وعطیات وغیرہ سے تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ ان مہمانانِ رسول ﷺ کی خدمت اور نصرت آپ کیلئے صدقہ جاریہ بنے گی جو قیامت تک علم دین کی شکل میں جاری و ساری رہے گی۔ ملک بھر کی معروف اور قدیم دینی درسگاہ جامعہ حقانیہ نے امسال بھی قربانی کا معقول انتظام کیا ہے۔ نقدی یا جانور کی صورت میں قربانی کے اس عظیم فریضہ کی ادائیگی کیلئے جامعہ حقانیہ کے دفتر سے رجوع فرمائیں۔ خواہشمند حضرات سے درخواست ہے کہ پہل فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

فون نمبر : (0923) 630435 - 630341 **فیکس نمبر :** (0923) 630922

ای میل ایڈریس: haqqania@nsr.pol.com.pk

الداعی الی الخیر (مولانا) سمیع الحق مہتمم جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر ------ 39
شمارہ نمبر ------ 3
شوال ------ ۱۴۲۴ھ
دسمبر ------ ۲۰۰۳ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: آہ! یادگار اسلاف، داعی اتحاد امت، میر مجلس عمل، میر کارواں حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ کی المناک جدائی۔ دارالعلوم کے سابق مدرس حضرت مولانا فضل الٰہی عرف جامی باباؒ کی جدائی۔ ایران میں قیامت خیز زلزلہ ایک سبق آموز حادثہ۔ سابق عراقی صدر صدام حسین کی گرفتاری اور قانون مکافات عمل کی شہادت .... راشد الحق سمیع حقانی ۲
اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال۔ (درس ترمذی) .... حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ ۱۰
فضیلت علم، دینی علوم یا جدید سائنسی علوم؟ .... ڈاکٹر رئیس احمد نعمانی ۲۰
ماہ شوال کے حوالہ سے غزوہ احد میں صحابہ کرامؓ کا جذبہ .... پروفیسر قاضی حلیم فضلی ۲۵
امارات قیامت .... حضرت مولانا محمد انوار الحق ۳۳
حضرت مولانا محمد اسحاق قادریؒ (حیات و خدمات) .... مولانا ظفر اللہ شفیق ۳۵
مدارس کا نظام، افادیت اور برکات .... قاری سعید الرحمان ۵۱
اک اور زخم .... جناب عرفان صدیقی ۵۴
افکار و تاثرات .... ادارہ ۵۷
دارالعلوم کے شب و روز .... جناب شفیق الدین فاروقی ۵۹
تبصرہ کتب .... مدیر ۶۱

نوٹ: ادارے کا مضمون نگار حضرات کے خیالات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

Computer Operator : BABEER HANIF

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر: 630435 , 630340 -(0923)
ای میل نمبر: E-Mail : haqqania@nsr.pol.com.pk Or haqqania@hotmail.com
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/20 روپے سالانہ =/200 روپے، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقش آغاز

راشد الحق سمیع حقانی

ع آسماں راحق بود گر خون ببارد برز میں

آہ ! یادگار اسلاف' داعی اتحاد امت' میر مجلس عمل' میر کارواں حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحؒ کی المناک جدائی

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پر سوز یہی ہے رخت سفر میر کارواں کیلئے

ابھی اپنا غمزدہ قلم اور پاکستانی قوم نوابزادہ نصر اللہ خان مرحوم اور مولانا اعظم طارق مرحوم کی جدائی کا رونا رو رہے تھے اور ملک وملت پر دکھ و درد کی ماتمی فضا جوں کی توں برقرار تھی کہ اچانک داعی اجل نے ایک اور بڑے حادثہ کا سامنا کرا دیا۔ ایسا حادثہ جس کی کوئی توقع نہیں تھی' اور نا ہی ملک وملت اس قسم کے جانکاہ نقصان کی موجودہ ناگفتہ بہ اور ابتر حالات میں متحمل تھی۔ یہ 11 دسمبر کو سوا بارہ بجے دوپہر زوال کا وقت تھا جب آسمان علم وتقویٰ اور میدان سیاست و شرافت کے آفتاب کی چکا چوند بھی دھیمی پڑنا شروع ہوگئی اور پھر کچھ دیر بعد دیکھتے ہی دیکھتے ہم سب کی نگاہوں کا تارا' مرکز ومحور' عصر حاضر کی مشہور ومعروف جلیل القدر نابغہ روزگار ہمہ جہت' ہشت پہلو اور عہد ساز ہستی' یادگارِ اسلاف قافلہ علماء حریت کے سپہ سالار' متحدہ مجلس عمل پاکستان کے قائد ورہنما اور پاکستانی سیاست کی سب سے بڑی اور معتبر شخصیت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی قدس اللہ سرہ العزیز بھی اچانک واصل بحق ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ع ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

سینہ میں اضطراب ہے دل چور چور ہے یہ کس کے غم سے عقل وخرد میں فتور ہے
ہر دل تڑپ رہا ہے ان کی یاد و ہجر سے ہر لب پہ ہر زبان پہ ذکر حضور ہے

آپ کی وفات کی خبر نے نہ صرف پورے ملک بلکہ سارے عالم اسلام کو سوگ میں ڈبو دیا۔ خصوصاً پاکستانی قوم پر تو گویا سکتہ طاری ہوگیا اور ہر کسی نے یہ محسوس کیا کہ گویا وہ یتیم ہوگیا ہے۔ خود راقم نے جب پہلی بار یہ خبر سنی تو اس کا یقین نہیں کیا کہ یہ صورِ قیامت یکایک کیسے واقع ہوسکتا ہے؟ کئی چبھتے سوالات اور متوقع وساوس نے دل ودماغ کی دنیا معطل کرادی اور فرطِ غم سے کچھ بھی سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ ع اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

پاکستانی سیاست کے لق ودق صحرا میں ملت بیضا اور علماء کا یہ منتشر قافلہ اب بغیر قائد ورہنما اور حدی خواں کے

کہاں تک سفر کر سکے گا؟ پھر دہکتی زمین اور آگ برساتے ہوئے سورج کی موجودگی میں مرض الموت میں مبتلا مریض (قوم) سے سائباں جیسی نعمت کا چھن جانا کیا نتائج برآمد کرے گا؟ وہ شفقتوں اور محبتوں سے بھرپور بزرگ ہستی جس کی طلسماتی شخصیت کے طفیل ہی ہر دور میں اور ہر محاذ پر علماء اور مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے منتشر و پریشاں حلقے ان ہی کے ذاتِ گرامی پر متفق و متحد نظر آتے۔ ایسی ہر دلعزیز اور باکمال شخصیت جس نے ہر پارٹی اور ہر مسلک کے لوگوں کو اپنے قلب و جگر کے ٹکڑوں کی طرح جوڑ کر رکھا اور ہر نازک موقع پر متحدہ مجلس عمل اور ملک وملت کی ڈگمگاتی کشتی کیلئے آپ سہارا اور ناخدا بنے۔

مولانا نورانی مرحوم اگرچہ مسلک کے لحاظ سے بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ (انکے آباؤ اجداد اور پورا خاندان علمی' دینی وسیاسی خدمات سے پاک وہند میں جانا پہچانا جاتا تھا اور ان کی اسلام و پاکستان کیلئے بڑی خدمات ہیں۔) لیکن ان کے فکر وخیال اور وسعت نظر میں دیگر مسالک کیلئے بھی افلاک سے بڑھ کر وسعت اور قدر ومنزلت پائی جاتی تھی۔ امت مسلمہ کے مصائب پر سوز دروں سے ان کا سینہ ہر وقت آتش فشاں بنا رہتا۔ افغانستان' عراق' بوسنیا' اور دیگر تمام مسائل پر آپ نہ صرف مضطرب رہتے بلکہ عوامی سطح پر اس کے لئے آپ بھرپور جدوجہد بھی کرتے۔ اسی لئے تحریک طالبان افغانستان کی آپ نے روز اول ہی سے نہ صرف کھلم کھلا حمایت کی بلکہ ہر محاذ پر آپ نے تحریک طالبان کا بھرپور دفاع بھی کیا۔ اسی طرح جب حضرت والد صاحب مدظلہ نے ''دفاع افغانستان و پاکستان کونسل'' تشکیل دی تو حضرت نورانی صاحبؒ نے اس سلسلے میں انہیں نہ صرف اپنی بھرپور سرپرستی سے نوازا بلکہ آپ نے اس میں بھرپور تعاون اور تعمیری کردار بھی ادا کیا۔ اگرچہ آپ کے مسلک والوں نے اس حمایت پر چیں بہ جبینی بھی کی لیکن مولانا مرحوم نے تحریک طالبان کی حمایت اور راس راستے میں کسی بھی چیز کو حتیٰ کہ اپنے مسلک کو بھی آڑے آنے نہیں دیا۔ یہ آپ کی سیاسی زندگی میں ایک حقیقی دوراہا تھا کہ جس پر آپ نے مسلک کے تنگ دائرے میں اپنے آپ کو محدود نہیں کیا اور کھل کر آخر دم تک حق کا ساتھ دیا۔

اسی طرح اس سے پہلے ماضی قریب میں ملک میں فرقہ واریت کے بڑھتے ہوئے عفریت کو قابو کرنے کے لئے حضرت والد صاحب مدظلہ نے ''ملی یکجہتی کونسل'' کی بنیاد بھی رکھی تو سب سے پہلے حضرت نورانی صاحبؒ کی شخصیت کو اس کونسل میں شمولیت کی دعوت دی۔ آپ اگرچہ ان دنوں ملکی سیاست سے تقریباً کنارہ کش اور اکتائے ہوئے تھے لیکن حضرت والد صاحب مدظلہ کی پرزور درخواست پر آپ نے اس میں بھرپور شرکت کی اور حضرت والد صاحب مدظلہ کی خواہش اور کوششوں کی بناء پر آپ ''ملی یکجہتی کونسل'' کے چیئرمین بھی نامزد کئے گئے اور یہ سیاست میں آپ کی دوبارہ بھرپور آمد کا آغاز ثابت ہوئی۔ یہ آپ کی ان تھک محنتوں' صلاحیتوں اور شفقتوں کا معجزہ تھا کہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے آپ کی شخصیت کے گرد شانتی اور امن کے ساتھ یکجا ہوگئے اور ایک بڑے جامع معاہدے

پر بھی دستخط کر لئے ۔ جس کی وجہ سے اس وقت فرقہ واریت اور قتل و غارت میں کافی کمی واقع ہوگئی۔ اس سے پہلے قومی اتحاد کی تحریک اور تحریک ختم نبوت و تحریک نظام مصطفیٰؐ میں بھی آپ نے بھرپور قائدانہ کردار ادا کیا اور اس وقت کے آمر حکمرانوں کا جینا آپ نے دوبھر کر دیا تھا۔ پارلیمنٹ میں بھی آپ نے تاریخی جدوجہد کی اور بڑا کام کیا۔ یہ بھی پارلیمانی تاریخ کا ایک زرین باب ہے۔ پھر 73ء کے آئین میں بھی آپ نے سب سے زیادہ تجاویز اور ترمیمات پیش کیں اس کے علاوہ ہر موقع پر پارلیمنٹ میں آپ نے دین و اسلام اور علمائے حق کی بھرپور نمائندگی کی۔ آپ کا سب سے بڑا وصف نڈر ہونا تھا' بڑے سے بڑے آمر اور فوجی ڈکٹیٹر کے سامنے آپ نے کلمہ حق کو نہ صرف واشگاف انداز میں پیش کیا بلکہ حکمرانوں کے منہ پر کھری کھری تند و تلخ باتیں بھی کہہ دیتے۔ چاہے وہ جنرل ایوب خان ہوں' ذوالفقار علی بھٹو ہوں یا ضیاء الحق ہوں یا موجودہ جنرل پرویز مشرف۔ ہر ایک کے سامنے آپ نے کلمہ حق اور عوام کے جذبات کی بھرپور انداز میں ترجمانی کی۔

۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد جب ملک کی سیاست میں کئی بڑی نوعیت کی تبدیلیاں آرہی تھیں تو اس موقع پر جنرل پرویز مشرف نے تمام دینی قیادت کو اپنے پاس بلایا۔ چنانچہ اس موقع پر بھی آپ نے بھرپور دفاعی انداز میں تحریک طالبان اور پاکستانی قوم اور عالم اسلام کے جذبات جرأت و بہادری کے ساتھ ان کے سامنے پیش کئے۔ جو علماء اور لیڈروں کے لئے ایک مشعل راہ ہے۔ زندگی بھر کبھی بھی حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر کام نہیں کیا۔ درویشی اور فقیری میں زندگی گزار دی اور بڑی بڑی مراعات پائے حقارت سے ٹھکرا دیں۔ آپ ورلڈ اسلامک فورم کے چیئرمین بھی تھے اس سلسلے میں آپ نے عمر کا ایک بڑا حصہ تبلیغ اسلام کے سلسلے میں گزار دیا۔ امریکہ اور خصوصاً یورپ میں آپ نے سینکڑوں افراد کو اسلام کی روشنی سے روشناس کرایا۔ دنیا بھر میں آپ کے مریدوں اور شاگردوں کا ایک وسیع سلسلہ پایا جاتا ہے۔

آپ کی شرافت' میانہ روی اور اعلیٰ اخلاق پر مبنی معتدل طرز سیاست کے موافق و مخالف سبھی قائل تھے۔ پان سے لال ہونٹوں سے جاری شیریں گفتاری آپ کا خاصہ تھا' ان کے لہجہ سے گویا مصری ٹپکتی تھی' گفتگو ایسے قرینے اور تواتر سے فرماتے جیسے رواں ندی کا پانی۔ آپ ظریف الطبع' خوش شکل' خوش مزاج' خوش لباس' خوش اطوار' خوش خوراک' بے تکلف انسان' ظرافت' ذہانت' ذکاوت' اور مرنجاں مرنج شخصیت کے مالک تھے۔ گویا ہر مجلس اور انجمن کی آپ ہی شمع محفل اور جان ہوا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نکتہ شناسی' نکتہ آفرینی' نکتہ سنجی اور نکتہ رسی کا بھی ایک حسین مجموعہ تھے۔ گویا ع وہ اپنی ذات میں اک انجمن تھے

آپ ہی کے دم خم سے متحدہ مجلس عمل کے انجمن کی ساری رونق تھی۔

رو رہی ہے آج اک ٹوٹی ہوئی مینا اسے
کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے

آپ جیسی پُرکشش اور باکمال شخصیت میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ الغرض اکابرین امت کا عکس اور پرتو آپ کی شخصیت میں نمایاں تھا۔ آپ جامع الصفات اور بزرگوں واسلاف کے کمالات سے مزیّن، نجابت وشرافت کا نمونہ، وقار وتمکنت کا خزینہ، ظاہری وباطنی لطافت ونظافت کا مجسمہ اور حسن وجمال وفضل وکمال کے عظیم پیکر تھے۔ آپ عاجزی اور انکساری کی ایک اعلیٰ مثال تھے، آپ میں مروجہ لیڈروں اور کاغذی رہنماؤں جیسی کرّ وفر تکبر وغرور نخوت وتصنع سرے سے موجود ہی نہیں تھی۔ ہمارے داداجان شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ، حضرت والد ماجد مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ، برادرم مولانا حامد الحق حقانی اور مجھ ناچیز سے آپ عمر بھر شفقت ومحبت سے پیش آتے رہے۔ آپ ماہنامہ ''الحق'' کے اداریوں پر اس خامکار کی بے ربط وضبط تحریر پر اپنی رائے سے بھی آگاہ فرماتے اور حد سے زیادہ حوصلہ افزائی وتشجیع فرماتے۔ کبھی کبھار متحدہ مجلس عمل کی بعض پالیسیوں پر میں نے کھل کر مثبت تنقید بھی کی لیکن آپ خندہ پیشانی سے آخر تک پیش آتے رہے اور کبھی گلہ نہیں کیا۔ اور ہمارے ایک بیرون ملک مشترکہ سفر کے واقعہ کی جانب تلمیحاً ہر ملاقات کے موقع پر مزاحاً اشارہ فرماتے خود بھی مسکراتے اور واقفانِ حال بھی محظوظ ہوتے۔ یہ آپ کی اصاغر پروری اور چھوٹوں پر شفقت کی ایک مثال ہے۔ دوران سفر الحمدللہ آپ کی خدمت کا کچھ موقع میسر ہوا تو فرمایا کہ آپ کے داداجانؒ کے ساتھ دوستی کا جو سفر شروع ہوا تھا وہ بحمدللہ تاہنوز آپکے پوتوں تک جاری ہے اور آپ نے آخر دم تک یہ تعلق قائم رکھا۔

آپ کے یہی اوصاف تھے کہ آپ ہمارے اکابرین حضرت مولانا مفتی محمود قدس سرہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ اور دیگر اکابرین کے بھی آپ منظور نظر تھے اور اس وقت کی بڑی تحریکات میں بھی آپ ہی پر ہمارے اکابرین اعتماد کیا کرتے تھے اور زمانہ حال میں بھی آپ ہی ہمارے مسلک دیوبند اور دیگر مسالک سے وابستہ علماء اور قائدین کے سیاسی محاذ پر قائد ورہبر تھے۔ آج قلم حیران اور دل پریشان ہے کہ کوہ ہمالیہ کے برابر کی شخصیت کی جدائی اور ان کے کارناموں پر یہ نالائق اور ناکارہ کہاں تک روئے اور لکھے؟

ع　　سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لئے

کوئی ایک کمال یا وصف ہو تو آدمی اس پر لکھے۔ اگر آپ کے سامنے خدمات وخوبیوں کے دفاتر موجود ہوں تو آپ کیا لکھیں گے؟ اور پھر زخمی دل اور زخمی قلم سے کہاں نوحے پھوٹتے ہیں؟

قلم بشکن، سیاہی ریز، کاغذ سوز، دم درکش
حمید ایں قصہء عشق ست در دفتر نمی گنجد

متحدہ مجلس عمل کے قائدین اور حکومت کے اہم رہنما آپ کی نعش مبارک خصوصی طیارے کے ذریعے کراچی لے گئے۔ آپ کا جنازہ بھی کراچی اور پاکستان کی تاریخ میں بے مثال تھا۔ لاکھوں افراد نے نشتر پارک میں جمعہ کی نماز کے بعد آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ نماز جنازہ مولانا انس نورانی نے پڑھائی اور کچھ دیر بعد اس علم وہنر

اور فضل وکمال کے آسمان کو زمین کے حوالے کر دیا گیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ و اسعۃ

اک جنازہ جارہا ہے دوش عظمت پر سوار　　　پھول برساتی ہے اس پر رحمت پروردگار
غیرت خورشید عالم ہے کفن ہے تار تار　　　ابر گوہر بار کے اندر ہے درِ شاہوار
نوحہ خواں ہیں مدرسہ و خانقاہیں سوگوار　　　آفتابِ علم و تقویٰ چھپ گیا زیر مزار
شمع محفل بجھ گئی باقی ہے پروانوں کی خاک　　　اب نہ تڑپے گی کبھی محفل میں دیوانوں کی خاک

دار العلوم کے سابق مدرس حضرت مولانا فضل الٰہیؒ عرف جامی باباؒ کی جدائی

لگتا ہے کہ اب نوک قلم نوحے اور مرثیہ لکھنے کے لئے ہی رہ گیا ہے۔ چند ماہ سے تواتر کے ساتھ اکابرین امت کی جدائی پر یہ دل اور قلم دونوں رو رہے ہیں۔ رمضان المبارک میں ایک ایسی بزرگ اور فرشتہ صفت ہستی دینی اور تعلیمی حلقوں اور خصوصاً بزم حقانیہ کو سوگوار کر کے ہم سے جدا ہوگئی۔ جب ۱۹ رمضان المبارک کو صوبہ سرحد کی نامور معروف علمی، روحانی اور ہر دلعزیز شخصیت حضرت مولانا فضل الٰہیؒ بھی مختصر علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کا تعلق ضلع صوابی کے مشہور علمی قصبہ شاہ منصور سے تھا اور آپ ایک دینی و روحانی خانوادے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد ماجد بھی اپنے وقت کے جید اور مشہور عالم دین و مدرس تھے اور آپ نے اپنی ساری زندگی درس و تدریس میں گزاری اور عمر کا ایک بڑا حصہ دار العلوم میں بسر کیا۔ آپ دار العلوم میں فنون سے لے کر دورہ حدیث تک کی اہم کتابیں پڑھایا کرتے تھے۔ خصوصی طور پر آپ شرح جامی میں انتہائی ماہر تھے اور دور دور سے طلباء، علماء بلکہ مدرسین بھی آپ کے درس جامی میں شرکت کیلئے تشریف لایا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ جامی بابا کے نام سے دار العلوم میں معروف تھے۔ آپ سادگی اور درویشی میں اکابرین امتؒ اور دو تین سو سال پہلے کی علمی اور روحانی شخصیات کا پرتو تھے۔ رسوخ فی العلم، اعلیٰ اخلاق، تقویٰ و تدین، تبتل اور انابت الی اللہ آپکے خصوصی اوصاف تھے۔ آپ انتہائی خوبصورت اور نورانی وجاہت کے مالک تھے۔ آپ کا چہرہ مبارک ہر وقت متبسم رہتا۔ موت کے بعد بھی تبسم کا یہ سلسلہ آپ کے چہرے مبارکہ پر ہر کسی نے دیکھا اور محسوس کیا۔

نشانِ مردِ مومن باتو گویم　　　چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

آپ روحانی سلسلہ میں بھی بلند مقام پر فائز تھے۔ برادرم مولانا حامد الحق اور یہ ناکارہ گاہے گاہے آپ کی خدمت میں دعاؤں اور وظائف کے سلسلے میں حاضر ہوتے اور کئی امور میں آپ ہمارے لئے استخارہ بھی فرماتے اور اتنی

شفقتوں اور محبتوں سے ہمیں نوازتے کہ حضرت داداجانؒ کی یاد تازہ ہو جاتی۔

اب بھی آنکھ میں آنسو بھر آتے ہیں جب ماضی قریب کے دارالعلوم کی طرف نگاہ اٹھتی ہے تو ہر درس گاہ اور ہر گوشے میں آپ جیسی نورانی ہستیاں درس و تدریس میں مصروف و مشغول نظر آتیں اور علم دین کے پروانے ان شمعوں کے گرد جمع رہتے۔ دفتر اہتمام اور مسند حدیث پر رونق افزاء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ، حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ صدر المدرسین حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ حضرت مولانا عبدالغنی صاحبؒ حضرت مولانا محمد ہاروت صاحبؒ حضرت مولانا سلطان محمود صاحبؒ اور حضرت مولانا گل رحمان صاحبؒ اور اسی طرح اب حضرت استاد محترم بھی اس بزم کو مزید افسردہ کر گئے۔ (اسی طرح دارالعلوم کے مفتی اعظم شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی فرید صاحب مدظلہ بھی عرصہ دراز سے بیماری کے باعث اپنے گھر میں صاحب فراش ہیں۔ ان کے جانے سے بھی دارالعلوم میں بیعت وارشاد کی رونقیں ماند پڑ گئیں ہیں۔ ان کی صحتیابی کے لئے قارئین الحق سے دعا ہے) نماز جنازہ میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، حضرت مولانا انوار الحق صاحب، حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب اور دیگر تمام اساتذہ کرام اور طلباء نے شرکت کی۔ مرحوم کا جنازہ تاریخی نوعیت کا تھا۔ نماز جنازہ سے پہلے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے ایک اثر انگیز خطاب فرمایا اور حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب نے رقت آمیز دعا فرمائی۔ آپ کا جنازہ آپ کے برادر محترم حضرت شیخ الحدیث مولانا شمس الہادی صاحب مدظلہ نے پڑھایا۔ ہم اس موقع پر حضرت شیخ الحدیث مولانا شمس الہادی صاحب مدظلہ آپ کے صاحبزادے پروفیسر مولانا اظہار الحق صاحب، حافظ عطاء الحق صاحب، حضرت شیخ الحدیث مولانا مفتی رضاء الحق صاحب اور دیگر پسماندگان سے دلی تعزیت کرتے ہیں اور حضرت مولانا مرحوم کے رفع درجات کے لئے دعا گو ہیں۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

ایران میں قیامت خیز زلزلہ ایک سبق آموز حادثہ

کتنی مشکل زندگی ہے کس قدر آساں ہے موت گلشنِ ہستی میں مانندِ نسیم ارزاں ہے موت
زلزلے ہیں بجلیاں ہیں قحط ہیں آلام ہیں کیسی کیسی دخترانِ مادر ایام ہیں

ایران کے مشہور و تاریخی شہر ''بم'' میں گزشتہ دنوں رات کی تاریکی میں جو قیامت خیز زلزلہ برپا ہوا۔ اور جس کی وجہ سے آناً فاناً 50 ہزار کے قریب انسانی جانیں لقمہ اجل بن گئیں۔ اور محشر سے پہلے حشر کا سماں بندھ گیا۔ لمحوں میں

تاریخی شہر مٹی اور راکھ کا ڈھیر بن گیا۔ ہنستے مسکراتے انسان زندہ درگور ہوگئے۔ کچھ ہی دیر بعد صبح ہوگئی۔ لیکن یہ صبح قیامت تھی۔ یہ صبح مصیبت تھی، یہ صبح صبح نہیں تھی بلکہ یہ شام خونچکاں تھی، زخمیوں اور آہ و بکا کرتے ہوئے انسانوں کے کانوں نے عرش بریں کو بھی لرزاں کر کے رکھ دیا تھا۔ اجتماعی اموات آفات ومصائب ہر دور میں اولاد آدم کی قسمت میں لکھے آرہے ہیں۔ تاریخ کے صفحات اٹھائیے اور قلب وجگر کو پیٹیے تو اَن گنت لرزہ خیز واقعات آپ کو پڑھنے کو ملیں گے۔ لیکن ''بم'' کا واقعہ اور اس کی لرزہ خیزی تو ہمارے ہی عہد اور ہماری ہی آنکھوں کے سامنے رونما ہوا ہے۔ اور اپنے مسلمان بھائیوں کی بے گور وکفن لاشوں کی اجتماعی تدفین کے مناظر، نقطہ انجماد کو پہنچی سردی میں لرزتے انسانوں کی فریادیں اور آہ وزاریاں ہم نے خود میڈیا کے ذریعے سنیں اور دیکھیں لیکن مجال ہے کہ ہمارے دلوں پر یا ہمارے کانوں پر اس کا رتی بھر اثر ہوا ہو۔ پہلے وقتوں میں ایک شخص کی جدائی پر سارا شہر لرز اٹھتا تھا اور یاد الٰہی اور فکر آخرت میں دل مصروف رہ جاتے۔ لیکن اب مادیت، حب دنیا، اور فکر معاش نے موجودہ عہد کے انسان کو بے حس بنا کر رکھ دیا ہے۔ اس جگر پاش واقعہ میں بھی پورے عالم اور خصوصاً عالم اسلام کے لئے درس عبرت کا بہت بڑا سامان موجود ہے۔ لیکن ہائے افسوس کہ نہ وہ دیکھنے والی آنکھیں ہیں اور نہ وہ اثر قبول کرنے والے دل۔ لگتا ہے ہم اتنے گئے گزرے ہوگئے ہیں کہ اب صورِ اسرافیل بھی ہم کو شاید خواب غفلت سے جگا سکے؟

ہم پڑوسی ملک ایران کے باسیوں اور حکومت سے اس المناک واقعہ پر دلی تعزیت کرتے ہیں۔ اور اس دکھ اور درد کی گھڑی میں ان کے ساتھ برابر کے شریک ہیں اور اپنے قارئین سے اپنے مظلوم اور مفلوک الحال بھائیوں کی مالی تعاون کی بھی اپیل کرتے ہیں اور اس طرح حکومت پاکستان سے بھی ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے پڑوسی اسلامی ملک کی بھرپور امداد کرے۔ آخر میں ہم مرحومین کے رفع درجات کے لئے دعا گو ہیں اور خداوند تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس دلخراش اور سبق آموز عبرت انگیز واقعہ سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (امین)

سابق عراقی صدر صدام حسین کی گرفتاری اور قانون مکافات عمل کی شہادت

گزشتہ دنوں آنکھوں اور کانوں نے ایسی دلخراش خبر دیکھی اور سنی کہ شدت غم اور وفور درد سے پورا عالم اسلام بلبلا اٹھا، یہ منظر سابق ڈکٹیٹر صدام حسین کی امریکی افواج کے ہاتھوں ذلت آمیز گرفتاری کا تھا، صدام حسین جو روز اول ہی سے متنازعہ ترین شخصیت کے طور پر جانے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی گرفتاری اور آخری ڈراپ سین نے بھی حسب سابق کئی سوالات جنم لئے ہیں لیکن ہم یہاں اس بحث میں نہیں الجھتے۔ ع　اک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

مگر یہاں دو باتیں انتہائی قابل توجہ ہیں۔ ایک صدام حسین جیسے بڑے آمر وقت کی اقتدار سے علیحدگی، روپوشی اور کسمپرسی میں اس کی گرفتاری۔ اور دوسرے عالم اسلام کو اس حادثے سے پہنچنے والے نقصان۔ سب سے پہلے تو صدام حسین کی گرفتاری سے جہاں عراق میں موجودہ جاری مزاحمتی تحریک کو نقصان پہنچے گا۔ وہیں پورے عالم اسلام کے بزدل اور بے حمیت حکمرانوں کے ڈر اور خوف میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ مثال کے طور پر لیبیا اور ایران کو دیکھئے جنہوں نے اپنے اسلحہ کے بڑے ذخائر اور میزائلز کو تباہ کرنے کا فوری اعلان بھی کر دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ایران نے بھی ایٹمی پروگرام رول بیک کرنے کا عندیہ دے دیا ہے اور خود پاکستان نے بھی ایٹمی سائنسدانوں کی اہانت اور گرفتاریوں کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ اور غوری میزائل کے ماڈل بھی شاہراہوں سے گرانا شروع کر دیئے ہیں۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ اس کے ساتھ عرب ممالک کے حکمرانوں میں اقتدار سے علیحدگی اور امریکہ سے خوف کا ڈر مزید بڑھ گیا ہے اور اس کے ساتھ دنیا بھر کے مسلمانوں پر رنج وغم اور دکھ درد کی ایک سوگوار فضا بھی چھا گئی ہے۔ کیونکہ صدام سے ہزار اختلافات اپنی جگہ صحیح ہیں لیکن صدام کی گرفتاری سے امریکہ اور عالم کفر کو جو خوشی اور مسرت حاصل ہوئی ہے اور ان کی عراق میں متوقع شکست کو جو سہارا ملا ہے وہ عالم اسلام کے لئے اچھی خبر نہیں۔

یہی وہ دکھ ہے جو ہم سب مسلمانوں کو گھن کی طرح کھا رہا ہے۔ اگرچہ صدام حسین کی گرفتاری سے قدرت نے ایک یہ پہلو بھی ہمیں دکھایا ہے کہ ہر ظالم کیلئے بالآخر ایک بھیانک انجام ہے۔ وہ صدام جس کی جنبش ابرو پر بڑے بڑے علماء کرام اور مشائخ عظام کی گردنیں پلک جھپکنے میں اتار دی جاتی تھیں۔ وہ صدام حسین جس نے لاکھوں کی تعداد میں اپنے سیاسی مخالفین کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اور وہ صدام حسین جس نے ہمیشہ عالم کفر کا ساتھ دیا۔ کبھی روس کے پلڑے میں جا کر اشتراکیت کا محمل تھاما تو کبھی امریکہ پر بھروسہ کر کے اس کے ہاتھوں کٹھ پتلی بن کر ایران اور کویت پر یلغار کر کے ہزاروں لاکھوں افراد کو تاراج کر گیا۔ وہ صدام جس کے خوف اور دہشت کا یہ عالم تھا کہ مائیں بچوں کو اس کی تصویر دکھا کر ڈراتی تھیں اور جس کی دولت وثروت کا یہ عالم تھا کہ اس کے محلات اور اخراجات کے سامنے دنیا کے مالدار سے مالدار ترین ممالک کے حکمران بھی عاجز تھے اور جس نے اپنی رعایا پر ہر طرح کا ظلم وجبر پچیس (۲۵) برس تک روا رکھا۔ بالآخر قانونِ مکافاتِ عمل کی زد میں آ گیا۔

بہرحال اس واقعے پر ہم دل گرفتہ ہیں اور عراقی مجاہدین کی جدوجہد کے لئے دعاگو ہیں اور اسی قانونِ مکافاتِ عمل کا ہمیں بھی انتظار ہے کہ جس دن امریکہ اور صدر بش کا انجام بھی صدام جیسے ہو جائے۔

تو منکر قانونِ مکافاتِ عمل تھا
لے دیکھ تیرا عرصہ محشر بھی یہیں ہے

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط و ترتیب : مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال

جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ماجاء فی دعاء الوالدین :

والدین کی بددعا کے بیان میں

والدین جس طرح کہ بچے کے لئے مہربان ہوتے ہیں اس طرح وہ حساس بھی ہوتے ہیں۔ یعنی جس طرح والدین کو بچے کے ساتھ محبت ہوتی ہے اور وہ بچے کے آرام اور اس کی راحت کے لئے اپنا آرام اور راحت قربان کردیتے ہیں۔ اس طرح ان کو اپنے بچوں سے کچھ توقعات وابستہ ہوتی ہیں۔ والد یہ توقع رکھتا ہے کہ میرے بچے میرے تابعدار ہوں گے وہ میرا حکم مانیں گے' اور پوری وفاداری کے ساتھ میرے حقوق پدری بجالائیں گے اور جس طرح میں رحمت و شفقت کے ساتھ ان کی پرورش کی ہے' اس طرح وہ بھی میرے ساتھ متواضع اور مہربان ہوں گے۔ وہ میرے ساتھ سختی اور تندمزاجی سے پیش نہیں آئیں گے۔ والدین کی ان توقعات پر پورا اترنے کے لئے قرآن کریم نے اولاد کو یوں تعلیم دی ہے کہ:

وقضىٰ ربك ألا تعبدوا الا إياه وبالوالدين إحسانا۔ إما يبلغن عندك الكبر أحدهما أو كلاهما فلا تقل لهما أف ولا تنهرهما وقل لهما قولاً كريما۔ واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربيني صغيراً (بنی اسرائیل: آیات ۲۳۔۲۴)

ترجمہ: اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ اسی کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو' اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ اگر پہنچ جائے تیرے سامنے بڑھاپے کو' ان میں سے ایک یا دونوں' تو ان کو اف تک نہ کہنا' اور ان کو نہ جھڑکنا اور ان سے ادب (نرمی و عزت) کی بات کہنا' اور جھکا دے ان کے سامنے کندھے عاجزی کے' رحمت (اور مہربانی) سے۔ اور کہو! اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحم فرما' جیسا کہ (رحمت اور شفقت سے) انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی۔

پس ایسے میں اگر کوئی اولاد نافرمان نکلے اور والد کے ادب اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی

بجائے ان کے ساتھ سختی اور تند مزاجی سے پیش آئے۔ اور ان کو ڈانٹے' ان کو مارے' ان کو تکلیف دے' تو اس کی وہ تمام توقعات خاک میں مل جائیں گی جو انہوں نے اپنی اولاد سے رکھی تھیں اور اس سے ان کا دل ٹوٹ جائے گا۔ تو ایسی حالت میں اگر وہ بد دعا کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی بد دعا ضرور قبول فرمائے گا۔ اور اسی طرح نافرمان اولاد کو دنیا و آخرت کا خسارہ ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس طرح کے مضطر اور شکستہ خاطر لوگوں کی دعا کو رد نہیں کرتا' بلکہ ضرور قبول فرمالیتا ہے۔ ایک روایت (حدیث قدسی) میں ہے۔ انا عند المنکسرة قلوبھم ''میں شکستہ خاطر لوگوں کے ساتھ ہوں'' یعنی ان کی مدد کرتا ہوں اور ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہوں۔ اس لئے والدین کی ایذا رسانی سے بچنا واجب ہے' اور ان کی بد دعا سے ڈرنا چاہیے' کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ضرور قبول فرماتا ہے۔ اور باب کی حدیث میں یہی مضمون مذکور ہے۔

حدثنا علی بن حجر ثنا اسمعیل بن ابراھیم عن ھشام الدستوائی عن یحیی بن ابی کثیر عن ابی جعفر عن ابی ھریرة. قال قال رسول الله ﷺ: ثلاث دعوات مستجابات لاشک فیھن. دعوة المظلوم و دعوة المسافر و دعوة الوالد علی ولدہ. وقد روی الحجاج الصواف ھذا الحدیث عن یحیی بن ابی کثیر نحو حدیث ھشام و ابوجعفر الذی روی عن ابی ھریرة یقال ابو جعفر المؤذن و لانعرف اسمه وقد روی عنه یحیی بن ابی کثیر غیر حدیث.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین (قسم کی) دعائیں مقبول ہیں۔ ان کی مقبولیت میں کوئی شک نہیں' مظلوم کی دعا' مسافر کی دعا' اور والد کی بد دعا اپنی اولاد کے حق میں۔

<u>مظلوم' مسافر اور والدین کی قبولیت دعا کی وجہ:</u> ان تین قسم کی دعاؤں کی قبولیت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ دراصل مخلوق کے سہاروں سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کا سہارا لیتے ہیں۔ مظلوم عموماً اس وقت مظلوم بن جاتا ہے جب اس کے پاس مادی اور افرادی قوت نہ رہے جس کے ذریعے وہ اپنے آپ کو ظالم کے ظلم و ستم سے بچا سکے۔ اگر اس کے پاس قوت ہوتی' پہلے تو ظالم ظلم کرنے کی جرأت نہ کرتا' اور اگر بالفرض وہ ظالم کرتا تو مظلوم اپنی قوت سے ظلم کا دفاع کرتا۔ لیکن جب ظالم اس کو اپنے ظلم کا نشانہ بناتا ہے اور اس کے پاس ظالم کو دفع کرنے کی کوئی طاقت نہیں ہوتی تو فطری لحاظ سے اس کی پوری توجہ اللہ تعالیٰ کی غیبی طاقت کی طرف مرکوز ہو جاتی ہے' اور اس حالت میں ایک اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنا مددگار اور مشکل کشا جان کر اسی کو پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو ضرور قبول فرمالیتا ہے کیونکہ ایسی حالت میں اس مؤمن کی توحید' کامل ہو جاتی ہے' اور وہ پورا موحد بن جاتا ہے' اس لئے کہ حقیقی توحید یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے خوف نہ کرے' اور امید بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے نہ رکھے' کسی سالک نے کیا خوب فرمایا ؎

موحد چہ بر پائے ریزی زرش   چہ فولاد ھندی نہی بر سرش

امید و ہراسش نہ باشد زکس　　بریں است بنیاد توحید و بس

اس وجہ سے اللہ تعالیٰ مظلوم کی دعا کو رد نہیں کرتا۔ ایک روایت میں آتا ہے

إتق دعوة المظلوم فانه ليس بينها وبين الله حجاب. (الحديث) مظلوم کی بد دعا سے بچتے رہو کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پردہ نہیں ہوتا یعنی مظلوموں کی بد دعا براہ راست اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچ کر مقبولیت حاصل کر لیتی ہے۔

بترس از آہ مظلومان کہ ہنگام دعا کردن　　اجابت از درِ حق بہر استقبال مے آید

مسافر کی دعا: اسی طرح مسافر بھی دیارِ غیر میں اپنے مال و متاع اور اپنی قوم وقبیلہ سے دور ہوتا ہے۔ وہ جب کسی تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے یا کوئی مصیبت اس کو پیش آتی ہے تو اس تکلیف اور مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے وہ مال و دولت اور اپنی قوم وقبیلہ کا سہارا نہیں لے سکتا' اس وقت وہ تمام مادی چیزوں سے مایوس ہوتا ہے' کیونکہ اس کو مادی چیزوں تک رسائی نہیں ہوتی' پس ایسی حالت میں خود بخود فطرت بیدار ہو جاتی ہے' اور عقیدہ توحید کامل ہو جاتا ہے' اور وہ اپنے حقیقی خالق و مالک کو اپنا مددگار سمجھ کر اسی کو اپنی مدد کے لئے پکارتا ہے' اور مخلوق کے تمام سہاروں سے اور تمام مادی چیزوں سے بے نیاز ہو کر ایک اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق جوڑنا دراصل توحید کامل ہے۔

ہو جائے اگر ساری خدائی بھی مخالف　　کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے　　یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

اور یہی عقیدۂ توحید دراصل دین فطرت ہے جس پر انسانوں کی خلقت ہوئی ہے لیکن پھر بعض بد بخت انسان برے ماحول کی وجہ سے اس فطری دین سے علیحدہ ہو کر الگ راستہ اختیار کر لیتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث شریف میں ہے' كل مولود يولد على الفطرة فأبواه يهودانه او ينصرانه او يمجسانه. (الحديث)

''ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے' پھر اس کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتا ہے''

غرض جب مسافر دیگر سہاروں سے منقطع ہو کر ایک باری تعالیٰ کو پکارتا ہے' اگر چہ اضطراری طور پر ہو' پس اللہ تعالیٰ کی غیور ذات اس کی دعا کو ضرور قبول کر لیتا ہے۔

والد کی بد دعا: اسی طرح والد کی بد دعا اولاد پر' یہ بھی اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے' کیونکہ اگر والد کے لئے مخلوق میں کوئی سہارا ہے تو وہ اس کی اولاد ہے' کوئی اور آدمی اس کے ساتھ ظلم کرتا ہے تو اس کے بچے اس کی مدد کے لئے حاضر ہوتے ہیں' اور اس کی جانب سے ظالم کا مقابلہ کرتے ہیں' لیکن جن بچوں کے ساتھ والد کے توقعات وابستہ تھے۔ اور وہ ان کو اپنا سہارا سمجھ رہا تھا' وہ خود ظالم بن کر باپ کے ساتھ ظلم کرنے لگتا ہے' تو پھر کون ہے باپ کے واسطے جو اس کی مدد کرے سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے۔ جب پیار و شفقت سے پالا ہوا بیٹا جب دشمن بن جائے تو اور کون ہے جو کام

آوے۔ پس بے بس اور ضعیف باپ جب اپنے بچوں کی طرف سے دل آزردہ ہو جائے تو وہ دنیا کے تمام سہاروں سے منقطع ہو کر ایک اللہ تعالیٰ کا سہارا لے کر اسی کو پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو ضرور قبول فرمالیتا ہے۔ لہذا والدین کی دل آزاری سے بچنا چاہیے۔ ورنہ ان کی بد دعا دینے کی وجہ سے دنیا و آخرت کی تباہی ہوگی۔

باب ماجاء فی حق الوالدین :

والدین کے حق کے بیان میں

اس باب میں یہ بیان کیا جارہا ہے کہ والدین کا حق اولاد پر بہت زیادہ ہے' کوئی یہ نہ سمجھے کہ والدین کا حق صرف کپڑا' روٹی وغیرہ ہے کہ ان کو روٹی دے دی جائے' ان کو ایک جوڑا کپڑا دیا جائے تو یہی ان کا حق تھا' اور ہم نے ان کے احسان کا بدلہ چکا دیا' والدین کے احسان کا بدلہ دینے کی صرف یہ ایک صورت ہو سکتی ہے کہ اگر کوئی اولاد اپنے والد کو کسی کا غلام پاوے۔ اور پھر اس کو قیمتاً خرید کر آزاد کر دے۔ اس کے علاوہ جتنا احسان بھی والدین کے ساتھ کیا جائے وہ ان کے احسانات کا پورا بدلہ نہیں ہو سکتا۔

حدثنا احمد بن محمد بن موسیٰ ثنا جرير عن سهيل بن أبي صالح عن أبيه عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ : لايجزى ولد والداً إلاأن يجده مملوكاً فيشتريه۔ فيعتقه ۔ هذا حديث حسن صحيح لانعرفه ألا من حديث سهيل بن أبي صالح وقد روىٰ سفيان الثوري وغير واحد عن سهيل هذا الحديث ۔

ترجمہ: حضرت ابوھریرۃ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کوئی بچہ اپنے باپ (کے احسانات) کا بدلہ نہیں دے سکتا' مگر (صرف ایک صورت میں اور وہ) یہ کہ وہ اسکو غلام پاوے' پھر اس کو خرید کر آزاد کر دے۔

خرید کر آزاد کر دینے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ باپ کو خریدنے کے بعد' اس کو انت معتق "تو آزاد ہے" وغیرہ کا الفاظ کہہ کر اسے آزاد کر دیگا کیونکہ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ خریدتے ہی وہ خود بخود آزاد ہو جاتا ہے چاہے بیٹے کی مرضی ہو یا نہ ہو۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ من ملک ذا رحم محرم منه عتق عليه (الحدیث) کہ جو شخص اپنے رشتہ دار کا مالک ہو جائے تو وہ اس پر آزاد ہو جائے گا۔

<u>حیات دنیوی کا بدلہ حیات معنوی سے:</u> ''جو بھی شخص ذی رحم محرم کا مالک بن جائے تو وہ اس پر آزاد ہو جاتا ہے '' لہذا خرید کر آزاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ باپ کو اس نیت سے خریدے کہ وہ آزاد ہو جائے' پس اس کا کام دراصل صرف خریدنا ہے' آزاد کرنا اس کا کام نہیں' بلکہ وہ پھر خود ہی آزاد ہو جاتا ہے' لیکن چونکہ اس کا اپنے باپ کو خریدنا اس کے آزاد کرنے کی غرض سے ہے۔ اور اس کا یہ خریدنا سبب ہے اس کے آزاد ہونے کی اس وجہ سے باپ کی آزادی بھی اس کی طرف منسوب ہوئی اور کہا گیا کہ وہ جب باپ کو خرید کر آزاد کر دے تو اس (کے احسانات) کا بدلہ پورا ہو جائے گا۔

اور باپ کو خرید کر آزاد کرنے سے اس کا بدلہ ادا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ باپ اولاد کی حیات کا سبب بن گیا ہے کہ وہ باپ کے نطفہ سے پیدا ہو چکا ہے۔ ظاہر کے اعتبار سے اگر باپ نہ ہوتا تو اولاد کو حیات اور زندگی نصیب نہ ہوتی گویا کہ اولاد اپنے زندہ ہونے میں باپ کے مرہون منت ہیں۔ اگر اولاد والد کے ساتھ ہزار احسانات کرے تب بھی اس احسان کا بدلہ پورا نہیں ہوسکتا۔ بجز اس صورت کے کہ باپ کسی کا غلام ہو اور بچہ اس کو خرید کر آزاد کردے۔ کیونکہ غلام بھی معنوی موت مرا ہوا ہوتا ہے۔ اور رقیت معنوی موت ہے کہ غلام کسی چیز کا مالک نہیں بن سکتا' بلکہ وہ خود غیر کا مملوک ہوتا ہے' اور کپڑے برتن وغیرہ متاع کی طرح بیچا اور خریدا جاسکتا ہے۔ اور انسان کے لئے یہی حالت موت کے برابر ہے' پس بچہ جب اس کو خرید کر آزاد کردے' تو بچے نے اس کو مملوکیت سے نکال کر مالک بنادیا' اور معنوی موت سے اس کو زندگی بخش دی' اور جس طرح باپ بیٹے کی حقیقی حیات کا سبب بن چکا تھا' اسی طرح بیٹا بھی باپ کی حیات معنوی کا سبب بنا' پس اس صورت میں گویا بیٹے نے باپ کا بدلہ چکا دیا اور اسی صورت میں باپ کا بدلہ صحیح طور پر ادا ہوجاتا ہے اور بس۔

باب ماجاء فی قطیعة الرحم :

رشتے توڑنے کے بیان میں

قطیعة قطع سے ماخوذ ہے' قطع عام ہے بمعنی توڑنے کے' اور قطیعہ خاص ہے' قرابتداروں کے ساتھ رشتہ توڑنے کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ اور رَحِم چونکہ تمام رشتوں کے بننے کے لئے مرکز ہے' رحم ہی کے بدولت بھائی' بہن ماں' بیٹا' خالہ اور ماموں وغیرہ بن جاتے ہیں' اس وجہ سے ان قرابتوں کو رحم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حدثنا ابن أبی عمر' و سعید بن عبدالرحمن المخزومی قالا ثنا سفیان بن عیینة عن الزهری عن أبی سلمة قال اشتکی أبو الدرداء فعاده' عبدالرحمن بن عوف فقال خیرهم و أوصلهم ماعلمت أبومحمد فقال عبدالرحمن سمعت رسول الله ﷺ یقول: قال الله تبارک و تعالی : أنا الله و أنا الرحمن خلقت الرحم وشققت لها من اسمی فمن وصلها وصلته ومن قطعها بتته. وفی الباب عن أبی سعید وابن أبی أوفی وعامر بن ربیعة وأبی هریرة وجبیر بن مطعم حدیث سفیان عن الزهری حدیث صحیح وروی معمر عن الزهری هذا لحدیث عن أبی سلمة عن ردّ اداللیثی عن عبدالرحمن بن عوف ومعمر کذا یقول. قال محمد وحدیث معمر خطاء

ترجمہ: حضرت ابوسلمہؓ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) حضرت ابوالدرداءؓ بیمار ہوگئے تو عبدالرحمان بن عوفؓ ان

کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے تو حضرت ابوالدرداؓ نے (ان کی تعریف کرتے ہوئے کہا) کہ سب سے بہتر اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا میرے علم کے مطابق ابومحمد (یعنی عبدالرحمٰن بن عوفؓ) ہیں۔ پس عبدالرحمان بن عوفؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ "میں رحمٰن ہوں' میں نے رَحِم پیدا کیا ہے' اور اسے نام (رحمٰن کے مادہ ' رحمۃ) سے نکالا ہے' پس جس نے اسے ملادیا' میں اسے (اپنی رحمت سے) ملادوں گا اور جس نے اسے توڑ ڈالا تو میں اسے اپنی رحمت سے توڑ کر علیحدہ کردوں گا۔

حدیث کی تشریح وتوضیح: فعاده عبدالرحمن بن عوف عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت ابوالدرداء کی عیادت کی۔ جب کوئی مسلمان بیمار ہو جائے تو اس کی بیمار پرسی کرنا' انبیاء اور صلحاء کی سنت ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بے تحاشا مال ودولت کے مالک تھے۔ لیکن صحابہؓ کی پاک ہستیاں کبھی بھی مال ودولت سے دل نہ لگایا کرتے تھے۔ کثرتِ مال کے باوجود بھی زہد وتقویٰ' تواضع وانکساری' حسن معاشرت' صلہ رحمی' اور تمام وجوہ خیر میں اپنی مثال آپ تھے۔ حضرت ابوالدرداؓ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی تعریف کی خيرهم و أوصلهم ماعلمت أبو محمد کہ بہتر اور سب سے زیادہ قرابت داری کا لحاظ رکھنے والا' میرے علم کے مطابق عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہیں۔ ابومحمد' حضرت عبدالرحمٰن کا اسم کنیت ہے۔ یہ الفاظ حضرت ابوالدرداؓ نے ان کے شکریہ کے طور پر کہے' تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ان کے جواب میں جناب رسول اللہ ﷺ کی حدیث ذکر کی۔ جو کہ صلہ رحمی کی اہمیت اور فضیلت اور قطع رحمی کی وعید پر مشتمل ہے۔ اور اس موقع پر اس حدیث کو ذکر کرنے سے ان کا مقصد یہ تھا کہ کسی مسلمان بھائی کی عیادت کرنا اور قرابتداروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا ہم اپنا فریضہ سمجھتے ہیں کیونکہ اس کے بارے میں میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد سنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ "میں صلہ رحمی کرنے والوں کو اپنی رحمت سے ملادیتا ہوں اور رَحم کو قطع کرنے والوں کو اپنی رحمت سے قطع (جدا) کردیتا ہوں۔"

پس ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محرومی کا ڈر ہے' اس وجہ سے صلہ رحمی کو نہیں چھوڑ سکتے اور اس رحمت کے حصول کے ہم امیدوار ہیں اس وجہ سے ضرور اس پر عمل کریں گے۔ لہٰذا ہم اپنے اس عمل پر کسی سے کوئی بدلہ یا ان کی طرف سے کسی قسم کی شکر گزاری کے طلبگار نہیں ہیں۔ بلکہ ہم اپنا دینی اور اخلاقی فریضہ ادا کر رہے ہیں۔

دیکھئے! کتنے مخلص تھے فدایان رسول اللہ ﷺ ان کو اپنے کسی بھی عمل میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کوئی لالچ وغیرہ مقصود نہ تھا' وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے طلبگار تھے۔ اور وہ ایسے کیوں نہ ہوتے' جبکہ ارشاد ربانی ہے ان کے بارے میں " اولئک کتب في قلوبهم الايمان " یعنی یہ لوگ (صحابہ کرامؓ) جو ہیں۔ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ کر ثبت فرمالیا ہے۔" اور " رحماء بينهم " ان کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی ان کی طرح کامل ایمان اور اخلاص کے ساتھ عمل صالح نصیب فرمادیں۔

رحم مادر کا رحمان سے تعلق: أنا الله و أنا الرحمن خلقت الرحم و شققت لها من اسمي الخ اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں رحمٰن ہوں اور میں نے رحم کو پیدا کیا' اور میں نے اسے اپنے نام سے اخذ کرلیا ہے۔ اگر چہ حقیقۃ مشتق' مشتق منہ نہیں ہے لیکن دونوں کا مادہ اشتقاق ایک ہے۔ یعنی رحم کے نام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نام رحمٰن کے مادہ' رحمۃ سے نکالا ہے۔ پس رَحم کو رحمٰن کے ساتھ ایسا تعلق اور وابستگی ہے کہ رَحم کو جوڑنے والا رحمٰن سے جاملتا ہے۔ رحم کو قطع کرنے والا رحمٰن سے منقطع ہو جاتا ہے۔ اللہ اکبر کتنی بڑی وعید ہے قطع رحمی پر' بہت سے عبادت گزار بھی اس سے غافل ہیں اور وہ صلہ رحمی میں کوتاہی کرتے ہیں۔

فائدہ: أنا الرحمن خلقت الرحم الخ ان کلمات میں باریک اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے دوست اور دشمن' مومن' کافر' سب پر عطا فرماتا ہے۔ کیونکہ الرحمٰن کا معنی ہے عام الرحمۃ' یعنی دنیا میں اللہ کی رحمت عام ہے' کافر اور مومن سب کے لئے رزق عطا فرماتا ہے۔

اے کریمے کہ از خزانہ غیب گبر و ترسا وظیفہ خور داری

دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمناں نظر داری

پس اسی طرح رحم کا تعلق بھی رحمٰن سے ہے' لہٰذا صلہ رحمی صرف ان رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا نام نہیں ہے جو کہ آپ کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں' احسان کے بدلے میں احسان کرنا' مکافات کہلاتی ہیں جو کہ اپنی جگہ ایک اچھی صفت ہے۔ لیکن صلہ رحمی اس کو نہیں کہا جاتا' صلہ رحمی دراصل یہ ہے کہ جس میں احسان سے قطع نظر صرف رحم کا لحاظ رکھا جاتا ہو اور اگر کوئی اس کے ساتھ قرابت کا تعلق قطع کر دیتا ہو اس کے ساتھ بھی وہ قرابت کا تعلق اور حسن سلوک کرنا برقرار رکھتا ہو...... جیسا کہ آئندہ باب میں اس کے متعلق ارشاد ہے' جو اپنے موقع پر ذکر کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ و شققت لها من اسمي :بعض کے نزدیک لغت کا واضع' اللہ تعالیٰ ہے' اور حدیث باب میں بھی ان کیلئے مستدل موجود ہے۔ نیز آیت کریمہ وعلم آدم الاسمأ كلها (الاية) بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔

باب ماجاء في صلة الرحم :

صلہ رحمی کے بیان میں

حدثنا ابن ابي عمر ثنا سفيان ثنا بشير ابو اسماعيل و فطر بن خليفه عن مجاهد عن عبدالله بن عمرو عن النبي ﷺ قال: ليس الواصل بالمكافي ولكن الواصل الذي اذا نقطعت رحمه وصلها هذا حديث حسن صحيح وفي الباب عن سلمان و عائشة و ابن عمرؓ. حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ واصل (جوڑنے والا) وہ نہیں ہے جو بدلہ دے بلکہ واصل وہ ہے جو اس کیساتھ صلہ رحمی توڑ دے یہ اس جوڑے۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں حضرت سلمان، حضرت عائشہ اور ابن عمر سے بھی روایات ہیں۔

گزشتہ باب قطیعۃ الرحم کے بارہ میں تھا اور یہ باب صلۃ الرحم کے بارے میں ہے۔ یہ باب گزشتہ باب سے ترقی ہے اس میں یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ صلہ رحمی درحقیقت کیا ہوتی ہے؟ جو رشتہ دار آپ کے ساتھ احسان کرتا ہے اور آپ بھی مجازاۃ کے طور پر اس کے ساتھ احسان کریں تو یہ مجازاۃ اور مکافاۃ تو ہے لیکن صلہ رحمی نہیں ہے۔ اکثر لوگ اپنے ان رشتہ داروں کے ساتھ احسان اور ہمدردی کا برتاؤ کرتے ہیں جن کی طرف سے ان کے ساتھ احسان کا سلسلہ جاری ہو بس اسی کو وہ صلہ رحمی سمجھ کر خوش ہو جاتے ہیں کہ ہم رشتہ داری اور صلہ رحمی کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔ اور صلہ رحمی پر جو اجر و ثواب ملتا ہے، ہم اس کے مستحق ہو گئے، لیکن اگر ذرا سی بات پر ان کے درمیان کوئی کدورت آ جاتی ہے، یا ان کی طرف سے احسان کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے تو پھر ان کے ساتھ سارا تعلق ختم کر دیتے ہیں۔ اور پھر وہ حسن سلوک اور ہمدردی کافور ہو جاتی ہے۔ کان لم تکن بینکم و بینہ مودۃ" گویا کہ ان کے درمیان کوئی محبت نہیں تھی، کوئی رشتہ نہیں تھا۔ اس حدیث میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ ایسا شخص واصل رحم نہیں ہے بلکہ واصل رحم (رشتہ اور قرابتداری جوڑنے والا) وہ ہے جو رشتہ توڑنے والوں کے ساتھ بھی تعلق جوڑے رکھے۔ حدیث شریف یہ ہے:

عن عبداللہ بن عمرو عن النبی ﷺ قال: لیس الواصل بالمکافی ولکن الواصل الذی اذا انقطعت رحمہ وصلھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: وہ شخص قرابت پالنے والا نہیں جو بدلہ میں برابری کرے۔ بلکہ قرابت پالنے والا وہ ہے جس کے ساتھ اگر رشتہ توڑ بھی دیا جاوے تب بھی وہ اسے جوڑتا ہے۔ لیس الواصل بالمکافی: واصل، وصل سے اسم فاعل ہے بمعنی "جوڑنے والا" اور مراد ہے قرابت جوڑنے والا، صلہ رحمی کرنے والا، اور مکافی" باب مفاعلہ سے اسم فاعل ہے اور کفاءت سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے، برابری، کفو مماثل اور برابر کو کہا جاتا ہے۔

<u>حدیث کا مطلب</u> وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے جو برابری کرے یعنی اگر کوئی رشتہ دار اس کے ساتھ احسان کرے تو وہ بھی اس کے ساتھ احسان کرے، کوئی رشتہ دار اس کے ساتھ تعلق رکھتا ہے تو وہ بھی اس کو بدلہ میں ایسا ہی کرتا ہے۔ لکن الواصل الذی اذا انقطعت رحمہ وصلھا۔ لیکن واصل یعنی قرابت کا رشتہ جوڑنے والا، دراصل وہ یہ ہے جس کا رشتہ اگر توڑ دیا جاوے تب بھی وہ اسے جوڑتا ہے اور قرابت کا تعلق قطع کرنے والے قرابتدار کے ساتھ بھی احسان اور ہمدردی جاری رکھتا ہے اور ایسا ہی شخص درحقیقت واصل (قرابت پالنے والا) کہلانے کا مستحق ہے کیونکہ احسان کے بدلے احسان تو عموماً غیروں کے ساتھ بھی کیا جاتا ہے، بس اسے قرابت پالنے کا نام کیوں دیا جاوے؟ قرابت پالنا تو وہ ہوتا ہے جس میں صرف قرابت ہی ملحوظ ہو نہ کہ قرابتداروں کا احسان، اگر ان کی طرف سے

حسن سلوک اور رواداری موجود نہ ہو تب بھی قرابت تو موجود ہے' اور قرابت والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے احسان کرنے کا حکم دیا ہے۔ وبالوالدین احساناً وذی القربیٰ (الآیۃ) واٰت ذی القربیٰ حقہ (الآیۃ) اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ لیس الواصل بالمکافی۔ یعنی احسان اور حسن سلوک میں برابری کرنا والا واصل نہیں ہے الخ۔ اور ایک دوسری جگہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے

صل من قطعک واعط من حرمک واعف عمن ظلمک واحسن إلی من اساء الیک۔ (الحدیث) رشتہ جوڑو۔ اس کے ساتھ جو تجھ سے قطع کر دیتا ہے۔ اور اس کو دو! جو تجھے کچھ نہیں دیتا۔ اور عفو کرو اس سے جو تجھ پر ظلم کرتا ہے اور نیکی کرو! اس کے ساتھ جو تجھ سے برائی کرے۔ انتہی۔

یا پھر لیس الواصل بالمکافی نفی کمال کے لئے استعمال ہوا ہے' یعنی اگرچہ قرابتداروں کے ساتھ احسان کے بدلے میں احسان کرنے سے بھی ایک حد تک رشتہ برقرار رہ سکتا ہے۔ اور اس سے بھی کچھ نہ کچھ ماحول خوشگوار ہوتا ہے اور محبت کی فضاء پیدا ہو جاتی ہے' پس یہ بھی ایک اچھا کام ہے اور اس سے بھی صورتاً قرابت کے حقوق کی ادائیگی ہوتی جارہی ہے۔ لیکن یہ قرابت پالنے کا کامل درجہ ہرگز نہیں ہے۔ کامل درجہ میں صلہ رحمی کرنے والا وہ شخص ہے جس کے ساتھ اگر کوئی رشتہ دار رشتہ قطع کرے۔ تو یہ اس کے ساتھ رشتہ قطع نہیں کرتا بلکہ یہ اس کے ساتھ حقوق رشتہ داری اور حسن سلوک باقاعدہ برقرار رکھتا ہے' مثلاً کوئی شخص دوسرے سے کہے "لست برجل" کہ تو مرد نہیں ہے۔ حالانکہ اس کہنے والے کو بھی خوب معلوم ہے کہ یہ شخص مرد ہے۔ عورت نہیں۔ لیکن چونکہ اس نے اس شخص میں مردانگی کے خلاف کوئی وصف دیکھا اور اس شخص نے کوئی ایسا کام کیا جو کہ کسی مرد کامل اور با مروت آدمی کے لئے مناسب نہ ہو تو اس وجہ سے زجراً اسے کہتا ہے' "لست برجلٍ" تو مرد نہیں۔ یعنی تو نے مردوں جیسا کام نہیں کیا۔ وہ کوئی کامل مرد نہیں۔ یعنی نفی کمال رجولیت مراد ہے مطلق رجولیت کی نفی مراد نہیں ہے۔ اسی طرح یہاں حدیث میں بھی مراد یہ ہے کہ کامل درجہ کا واصل (رشتہ پالنے والا) وہ نہیں جو بدلہ میں ایسا کرے بلکہ کمال درجہ کا قرابت پالنے والا وہ ہے جو قطع کرنے والوں کے ساتھ بھی قرابت کا تعلق اور رشتہ جوڑ دیتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ترغیب دیتے ہیں کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک اور پرخلوص احسانات کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت حاصل کریں اور اس میدان میں اپنی اپنی جوانمردی کے جوہر دکھائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حدثنا ابن أبی عمر ونصر بن علی وسعید بن عبد الرحمن المخزومی قالو اثنا سفین عن الزهری عن محمد بن جبیر بن مطعم عن أبیه قال: قال رسول الله ﷺ: لایدخل الجنة قاطع قال ابن أبی عمر قال سفین یعنی قاطع رحم هذا حدیث حسن صحیح

ترجمہ: محمد بن جبیر بن مطعم اپنے باپ یعنی جبیر بن مطعم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا' جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے......... جنت میں داخل نہ ہوگا توڑنے والا۔ ابن ابی عمر نے فرمایا کہ حضرت سفیان نے کہا کہ صلہ رحمی کو توڑنے والا' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

قاطع کا معنی ہے توڑنے والا۔ پھر امام ترمذی (رحمه الله تعالى رحمة واسعة ومتغنا الله تعالى بعلومه) اس کی تفسیر اور وضاحت بھی نقل فرماتے ہیں' چنانچہ امام ترمذی نے یہ حدیث تین راویوں سے نقل کی ہے۔ ۱۔ ابن ابی عمر ۲۔ نصر بن علی ۳۔ سعید بن عبدالرحمٰن المخزومی

اور ان تینوں شیوخ نے اس حدیث کو حضرت سفیان سے روایت کیا ہے۔ لیکن ان تینوں حضرات میں سے اول الذکر راوی ابن ابی عمر نے جس طرح یہ حدیث حضرت سفیان سے نقل کی ہے' اسی طرح انہوں نے حضرت سفیان سے اس کی تشریح اور وضاحت بھی روایت کی ہے۔ جس کو امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اس طرح نقل فرماتے ہیں۔ قال ابن ابی عمر قال سفین یعنی قاطع رحم۔ ابن ابی عمر کہتے ہیں کہ حضرت سفیان نے فرمایا: کہ قاطع سے مراد قاطع الرحم یعنی قرابت اور رشتہ توڑنے والا مراد ہے۔ پس حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ رشتہ قرابت کو قطع کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

محدثین حضرات فرماتے ہیں کہ حدیث کا محمل یہ ہے کہ قاطع سے مراد وہ ہے جو قطع رحم کو جائز سمجھے۔ کیونکہ قطع رحم قرآن وحدیث کے رو سے ممنوع اور حرام قرار دی گئی ہے اور ایسے قطعی اور متفق علیہ حرام کو جائز سمجھنا کفر ہے۔ اور کافر کسی بھی وقت جنت میں نہیں جا سکتا لیس الخ..... ایسا قاطع رحم' جو اسے حلال بھی سمجھے' کبھی بھی جنت میں داخل نہ ہوگا۔ یا مراد یہ ہے کہ قاطع رحم' سابقین کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہوگا' یعنی حدیث پاک میں عدم دخول جنت جو مذکور ہے' یہ مطلق نہیں ہے بلکہ مقید ہے' کیونکہ مومن اگرچہ بہت ہی گنہگار ہو' بالآخر جنت میں ضرور جائے گا' پس مراد یہ ہے کہ ابتداءً یعنی سابقین کیساتھ جنت میں داخل نہ ہوگا' قطع رحمی کی سزا پانے کے بعد جنت میں داخل ہونے کی نفی نہیں ہے۔

<u>علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی توجیہ:</u> جیسا کہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' کہ میری اس مقام پر ایک توجیہ ہے' جو کہ اسے بہت سے مقامات میں جاری ہو سکتی ہے' اور وہ یہ ہے کہ قاطع رحم جنت میں داخل نہ ہوگا جب تک کہ وہ قاطع رحم ہو' اور جب اسے قطع رحمی پر سزا مل گئی اور پوری سزا مل گئی تو پھر جنت میں داخل ہوگا اس وقت وہ قاطع رحم نہ رہا' اور اسی طرح تارک صلوۃ کے بارے میں بھی یہی رائے ہے' اور یہ مسئلہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی طرح ہے جو آپ ﷺ نے کسی بوڑھی عورت سے خوش طبعی کے طور پر فرمایا تھا کہ: بوڑھی جنت میں داخل نہ ہوگی' پس وہ رونے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ جنت میں داخل نہ ہوگی مگر ایسی حالت میں کہ وہ جوان ہوں گی۔ اور اس توجیہ سے وہ بات بھی سمجھ میں آ جاتی ہے کہ مومن کا جہنم میں جانا تطہیر کے لئے ہے تعذیب کیلئے نہیں۔

ڈاکٹر رئیس احمد نعمانی *

فضیلت علم، دینی علوم، یا جدید سائنسی علوم؟

(مغرب کے سائنسی و تکنیکی غلبہ کے بعد سے غیر ضروری طور پر ایک بحث یہ چھڑ گئی کہ قرآن و حدیث میں جس علم کی فضیلت و فرضیت بیان کی گئی ہے وہ دینی علم ہے یا جدید سائنسی و تکنیکی علوم یا دونوں؟ بہت کچھ کہا لکھا گیا۔ حضرت مولانا نعمانیؒ نے معارف الحدیث جلد ہشتم میں اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے صرف دو سطریں لکھی ہیں:

''دینی اصطلاح اور قرآن و حدیث کی زبان میں علم سے مراد وہ علم ہوتا ہے، جو انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی ہدایت کے لیے آتا ہے۔''

ظاہر ہے جب انبیاء علہیم السلام علم کی فضیلت بیان کرتے ہیں، تو اس سے فطری طور پر وہی علم مراد ہوگا جو اللہ کے یہاں سے وہ لاتے ہیں، راقم کی نظر میں یہ نہایت فطری استدلال ہے۔

دوسری بات یہاں یہ عرض کرنی ہے کہ علم کسے کہتے ہیں؟ سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ کمانے دھمانے کے طریقوں، حروف شناسی اور ہنروں کو علم کہا جانے لگا ہے۔ یہ قطعاً علم نہیں ہیں، ہاں انسانی ضرورت ہونے کے ناطے اسلام ان کے سیکھنے کو فرض قرار دیتا ہے۔۔۔۔ یحییٰ)

اس وقت میرے ہاتھ میں جولائی ۲۰۰۳ء کا شمارہ ہے، اس شمارے کے ص ۲۶ پر ایک فاضل مکتوب نگار نے تحریر فرمایا ہے کہ: ''تعلیم، تعلیم ہے اس کو دینی اور دنیاوی تعلیم میں تقسیم کرنا...... مناسب نہیں ہے، قرآن کی ابتداء نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج سے نہیں ہوتی، قرآن کی ابتداء ''اقراء'' سے ہوتی ہے جسکا تعلق پڑھنے سے ہے''

موضوع زیر بحث کی اہمیت اس کی متقاضی ہے کہ ارباب بصیرت اور اصحاب فکر و نظر کی توجہ کے لئے چند نکات سپرد قرطاس کر دیئے جائیں۔

۱۔ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ''قرآن کی ابتداء اقراء سے ہوتی ہے، اس لئے کہ قرآن کی ابتداء اور اس کے نزول کی ابتداء دو الگ الگ باتیں ہیں، جن میں سے پہلی غلط ہے اور دوسری صحیح۔ مکتوب نگار کو اس طرح لکھنا چاہیے تھا کہ نزول قرآن کی ابتداء اقراء سے ہوتی ہے۔ یا نزول وحی کی بات اقراء سے ہوتی ہے۔

۲۔ محترم مکتوب نگار اور اسی طرح کے دوسرے بے شمار اہل علم حضرات ایک بہت بڑے مغالطے میں مبتلا ہیں

* مرکز مطالعات فارسی، علیگڑھ

قرآن پاک کی سورۂ علق کی جس آیت کا حوالہ دیا جا رہا ہے' وہ صرف لفظ "اقراء" پر ہی مشتمل نہیں ہے۔ بلکہ 'اقراء کے ساتھ' "باسم ربک الذی خلق' خلق الانسان من علق' اقرأ وربک الأکرم' الذی علم بالقلم' علم الانسان مالم یعلم" بھی ہے۔

اور ہر وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے علم وعقل کی نعمت سے نوازا ہے' اس کو 'اقراء' کے بعد باسم ربک پر بھی غور کرنا چاہیئے' جس کا واضح اور غیر مبہم مفہوم ومقصود' اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہر وہ علم یا تعلیم جو خدا کی خالقیت و ربوبیت کے یقین' اس کی عظمت واکبریت کے احساس' اس کی قدرت پر عقیدہ' اس کی اطاعت کے عہدہ میثاق' اور موت کے بعد اس کی طرف لوٹ کر جانے اور اپنے گفتار وکردار کا حساب دینے کے اذعان سے خالی ہو' خدا بیزار ہو اور خدا کی نافرمانی کے راستے پر لے جائے' وہ علم اور تعلیم کسی بھی قیمت پر اسلام میں مطلوب نہیں ہے۔

انگریزی طرز اور انگریزوں کے ڈھب کے اسکولوں' کالجوں اور یونیورسٹیوں کی یہ تعلیم اور اس کا نصاب ونظام جس نے کلچر کے نام پر خواتین و دوشیزگان قوم کو برہنہ وعریاں کر کے رکھ دیا ہے۔ جس نے تعلیم یافتہ چوروں' ڈاکوؤں' کی ٹیمیں کی ٹیمیں تیار کر دی ہیں' جس نے انسانیت' شرافت اور خیر وشر کے ہر احساس وامتیاز کو حرف غلط کی طرح ذہنوں سے کھرچ کر پھینک دیا ہے' اور انسان کو ایک کلچرڈ حیوان بنا دیا ہے' اس تعلیم اور اس کے نصاب ونظام کا ہرگز ہرگز قرآن پاک کے "اقراء" سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور یہ مسلمان کیلئے فرض نہیں بلکہ "حرام" کے درجے میں ہے۔ قرآن پاک کی آیت "انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء" سے صاف طور پر مستفاد ہوتا ہے کہ اسلام میں صرف وہی علم محمود ومطلوب ہے جو انسان کے قلب میں خشیت اور تقویٰ پیدا کرے اور اس کو پاک صاف صالح اور بے داغ زندگی گزارنے کیلئے آمادہ کرے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے "من سلک طریقا یلتمس فیہ علما' سھل اللہ لہ طریقا الی الجنۃ" (جو کوئی طلب علم کی راہ میں چلتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے) سنن ترمذی میں ایک حدیث یوں ہے۔ "من خرج فی طلب العلم فھو سبیل اللہ حتی یرجع" (جو کوئی علم کی طلب میں (گھر سے) نکلتا ہے وہ واپس آنے تک اللہ کے راستے میں رہتا ہے۔) یہ حدیثیں پکار پکار کر آگاہ کر رہی ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جس علم کی طلب کی فضیلت بیان کی ہے وہ ان اسکولوں اور کالجوں میں کہیں بھی نہیں پایا جاتا۔

جو لوگ "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم" اور "اطلبوا العلم ولو کان بالصین" ایسی ضعیف اور غیر معتبر روایتوں کو علی الاطلاق طلب علم کے فرض ہونے کی دلیل بناتے ہیں' میں ان سے یک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ بالفرض اگر رسول اللہ ﷺ اس وقت دنیا میں کچھ مدت کیلئے دوبارہ تشریف لے آئیں اور یورپ وامریکا نہیں بلکہ صرف ہندوستان اور ہندوستان کے بھی صرف ایک شہر...... کا سفر کرنے کی زحمت فرمائیں...

آپ ﷺ کو معلوم ہو کہ (جیسا کہ دہلی کے ایک اخبار میں یہ خبر چھپی ہے) مسلمانوں کے ایک مایہ ناز زنانہ کالج کی کچھ طالبات، دہلی کے فلاں ہوٹل میں دادعیش لیتے اور دیتے ہوئے پائی گئیں...... یا آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اور کانوں سے سن کر یہ جان لیں کہ مسلمانوں کی ایک مشہور عالم درسگاہ اور بالخصوص اس کے ذیلی اسکولوں کے طلبہ کس طرح اپنے اساتذہ کے نام بگاڑتے، ان کو گالیاں دیتے اور ان کے بے عزتی کرتے ہیں تو کیا حضور ﷺ "طلب علم" کا وہی مطلب بیان فرمائیں گے جو یہ پروفیسر، اسکالر اور ماہرین تعلیم حضرات بتارہے ہیں؟

۳۔ قرآن پاک میں (اور احادیث معتبرہ میں بھی) "دنیا" کا لفظ "دین" کے مقابلے میں استعمال نہیں ہوا، بلکہ دنیا کے مقابلے میں ہر جگہ "آخرت" یا اس کے ہم مفہوم کوئی لفظ استعمال کیا گیا ہے، ثبوت کے طور پر قرآن کی بہت سی آیتیں پیش کی جاسکتی ہیں مثلاً ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة اور "انما الحيوة الدنيا لعب و لهو، وان الدار الاخره لهي الحيوان" بل تؤثرون الحياة الدنيا، والآخرة خير و ابقى" والآخرة خير وابقى، کے فوراً بعد، قرآن پاک میں جو آیت "ان هذا لفي الصحف الاولى" ہے وہ تو اس طرف بھی اشارہ کررہی ہے کہ قرآن پاک سے پہلے کے صحف سماویہ میں بھی، دین اور دنیا کا نہیں بلکہ دنیا اور آخرت کا ہی متقابلاً ذکر ہوا ہے، اس لئے کہ دنیا اور آخرت عارضی اور ابدی دو مقام دو منزلیں، یا دو ٹھکانے ہیں، یہ کسی طرز حیات یا نظام العمل کا نام نہیں ہیں جبکہ:

۴۔ "دین" ایک "طریق زندگی" اور اس جامع و مکمل "دستور حیات" کا نام ہے، جو اس دنیا کے خالق و مالک نے، اپنے پیامبروں کے ذریعے، تاریخ کے مختلف ادوار میں، ہر دور کے احوال وظروف کے مطابق انسانی ضرورتوں کے لحاظ سے بنی آدم کو سکھایا، اور اپنی آخری اور جامع ترین تفصیلات و جزئیات کے ساتھ سرور کائنات ﷺ کے توسط سے آج سے سوا چودہ سو سال پہلے دنیا میں آیا اور آج تک اپنی اصلی حالت میں قرآن پاک اور احادیث صحیحہ کی صورت میں موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گا۔ اس "دستور حیات" میں ادنی سی بھی ترمیم یا کمی بیشی کی نہ کوئی گنجائش ہے اور نہ کسی انسان کو اس کا حق حاصل ہے، یہ دین یہ قانون الٰہی جس کا نام یا عنوان "اسلام" ہے، اس کے ہوتے ہوئے، کسی مسلمان، بلکہ کسی بھی باشعور انسان کو، دنیا میں رائج کسی بھی دوسرے ازم دھرم، مذہب یا فلسفہ حیات کی طرف دیکھنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ دوسروں سے "قرض" یا بھیک وہ مانگا کرتا ہے جس کے پاس خود کچھ نہ ہو، "اسلام کے نظام حیات" میں پیدائش سے لے کر موت تک کے ہر اس موقع کے لئے اصول و ہدایات موجود ہیں جو قیامت تک کسی بھی انسان کو پیش آسکتا ہے۔

اب کسی کو "صلح کل" یا مصالحت بین المذاهب" یا ثقافتوں اور قومیتوں کی یکجہتی واتحاد کے پرفریب عنوان سے دھوکہ دینے کی گنجائش یا جواز باقی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے "لاریب فیہ" کلام میں صاف صاف اعلان فرما

دیا ہے کہ: ان الدین عند اللہ الاسلام" اب اسلام کے سوا جو بھی طریق حیات یا دستور زندگی کوئی انسان اختیار کرتا ہے، وہ اللہ کے نزدیک مردود ہے، اس کی وضاحت کیلئے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث مبارک کافی ہے "لایومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ" (مشکوۃ) "تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہوگا، جب تک اس کی خواہشات اس دین کے تابع نہ ہوجائیں، جو میں لے کر آیا ہوں۔

۵۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے علم (اور تعلیم) کی تقسیم صرف "نافع" اور "غیر نافع" کے عنوان سے کی جاسکتی ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے مستنبط ہوتا ہے۔

الف۔ ان النبی ﷺ کان یقول...... اللھم انی اسئلک علما نافعا و عملا متقبلا ورزقا طیبا۔ (احمد، ابن ماجہ، بیہقی)

ب۔ کان رسول اللہ ﷺ یقول.......... اللھم انی اعوذبک من علم لا ینفع ومن قلب لایخشع (مسلم)

ج۔ قال رسول اللہ ﷺ: اذا مات ابن آدم انقطع عملا، الامن ثلاث صدقۃ جاریۃ، او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعولہ (مسلم)

پہلی حدیث بتاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح دعا فرمایا کرتے تھے کہ: اے اللہ میں تجھ سے نفع دینے والا علم، قبول کیا جانے والا عمل اور پاکیزہ روزی مانگتا ہوں۔...... دوسری حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غیر نافع علم اور خشوع سے خالی قلب سے اللہ کی پناہ طلب فرمایا کرتے تھے۔...... تیسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: مرنے کے بعد انسان کے اعمال کے سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے، سوائے ان تین چیزوں کے: صدقہ جاریہ، یا وہ علم جس سے نفع اٹھایا جائے، یا وہ صالح اولاد جو اس کے لئے مغفرت کی دعا کرے۔

یہ تینوں حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ علم یا تو "نافع" ہوتا ہے یا "غیر نافع" اور یہ کہ علم نافع اللہ کے رسولؐ کے نزدیک مطلوب و محبوب ہے اور علم غیر نافع مردود و معیوب۔ اب جو لوگ علم کی تعریف اور اس کی حدود وجہات میں کسی تفریق و امتیاز کے قائل نہیں ہیں یا غیر شعوری طور پر اس فریب میں مبتلا ہیں نیز دوسروں کو بھی مبتلا کررہے ہیں ان کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ مثلاً اسلام کی ایک تعلیم یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد کسی بھی مسلمان لڑکی اور عورت کے سر کا ایک بال بھی کسی غیر محرم کو نظر نہیں آنا چاہیے۔ لیکن اس کے برعکس آپ کے اسکولوں، کالجوں، اور یونیورسٹیوں کی تعلیم اور ان کا ننگا شیطانی ماحول ہے، جس نے انسان کو حیا باختہ بنادیا ہے، اور جو نتیجہ ہے علم اور علم، تعلیم اور تعلیم میں امتیاز نہ کرنے کا، یہ دونوں چیزیں ایک ہی تعریف و تحدید میں کیسے آسکتی ہیں؟

لہذا، معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں لفظ "اقراء" سے مراد "مطلق" پڑھنا نہیں ہے۔ بلکہ وہی علم نافع یا علم

دین مراد ہے اور جیسا کہ سطور بالا میں بتایا جاچکا ہے۔ کہ دین کے اندر انسان کو قیامت تک پیش آنے والے تمام مسائل کا حل موجود ہے، اور مسلمان ہرگز کسی سے طریق زندگی کے کسی جزیئے کیلئے رہنمائی کی بھیک مانگنے کا محتاج نہیں ہے۔

۶۔ جس طرح امریکا نے مصر کے نصاب تعلیم سے قرآن پاک کی کچھ آیات خارج کرادیں، اور سعودیہ میں بھی ان ظالموں کی یہ اسلام دشمن کوشش جاری ہے، اسی طرح ہمارے ملک میں بھی (خدا جانے کسی ذاتی جذبے کے تحت یا کسی سازش کے زیر اثر) ایک دوسرے انداز اور بڑے اہتمام کے ساتھ ایک تحریک چلائی جارہی ہے کی اسلامی مدارس کا ''نوین کرن'' یا ''ماڈرنائزیشن'' کی جائے اور دینی عربی مدارس میں دوسرے علوم پڑھائے جائیں اور ایک غیر ملفوظ پیغام کے مطابق یہ دینی مدارس بھی ''حیوان سازی'' کی اس مہم میں بتدریج شامل ہوجائیں، جو یورپ اور امریکا اپنے ملکوں میں براہ راست اور پوری دنیا میں بالواسطہ طور پر چلارہے ہیں، ظاہر ہے کہ جو پورا وقت اسلامی علوم کے سیکھنے میں صرف ہوتا ہے، اس میں سے دوسری چیزوں کے لئے کٹوتی ہوگی تو ہمارے بنیادی مقاصد و محاصل متاثر ہوں گے، ہمارا پورا منصوبہ کمزور اور رفتہ رفتہ پورا نظام دگرگوں ہوجائے گا، اور پھر کعبۃ اللہ کا مسافر آسانی سے کلیسا کی راہ میں سرگشتہ (یا کنشت کی بھول بھلیوں میں گم) ہوسکتا ہے۔

اس طرح کی تحریکیں چلانے والے تمام حضرات کی خدمت میں ادب کے ساتھ یہ عرض کیا جانا چاہیے کہ آپ حضرات غیر اسلامی اور غیر دینی اسکولوں، کالجوں، وغیرہ کے ذمہ داروں کو اس کیلئے کیوں آمادہ نہیں کرتے کہ وہ تمام دوسرے علوم کے ساتھ ساتھ ''قرآن'' اور ''اسلام'' کی تعلیم کا بھی اپنے اپنے اداروں میں معقول بندوبست کریں، یا پھر یہ تحریک چلانے والے ان تمام مدارس کو اور دوسری تعلیم گاہوں کو بھی ان کے اپنے حال پر چھوڑ دیں، اور اپنی پسند اور اپنے تعلیمی تخیل و تصور کے مطابق پورے ملک میں نئے تعلیمی ادارے قائم کریں، پھر جس کسی کو بھی ان کا نصاب و نظام پسند ہوگا وہ خود بخود ان کے راستے پر چل پڑے گا۔

۷۔ آخر میں ایک بار پھر یہ یاد دلانا مناسب ہوگا کہ قرآن پاک میں صرف ''اقراء'' ہی نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ باسم ربک بھی ہے۔ لہذا ''اقراء'' کو اسم رب سے الگ کر کے لوگوں کو مغالطے میں ڈالنے سے باز آجائے، اور خود بھی مکمل قرآن کو سمجھ کر پڑھیے اور عمل کیجئے۔ اور دوسروں کو بھی مکمل قرآن پاک کو سمجھ کر پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیکر عنداللہ اجر کے مستحق بننے کی کوشش فرمائیے۔ اللہ کے کسی نیک بندے نے کہا ہے۔

غم دین خور، کہ غم، غم دین است　•　ھمہ غمہا فروتر از ایں است

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ ''دین'' ہی میں انسانوں کی صلاح و فلاح اور ان کے ہر دکھ درد کا علاج ہے، اور یہ قیامت تک کہ تمام انسانوں کی تمام احتیاجات کی تکمیل کا مکمل و اکمل ترین نسخہ کیمیا ہے، کیونکہ یہ اعتقادات، عبادات، معاملات، معاشرت، سیاست اور حکومت، سب کے لئے الٰہی قوانین کا ''مجموعہ حسنہ'' ہے۔

پروفیسر قاضی حلیم فضلی *

ماہ شوال کے حوالہ سے غزوہ احد میں صحابہ کرامؓ کا جذبہ جہاد اور شوق شہادت

آیت مع ترجمہ: لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیھم القتل الیٰ مضاجعھم ...... ولا تھنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین ۔ (ال عمران۔۱۳۰)

صحیح بخاری باب' غزوہ' احد میں ہے کہ یہ آیت عروہ میں نازل ہوئی۔ اگر آپ گھروں میں بھی ہوتے تو بھی جنہیں قتل ہونا مقدر تھا وہ انہی قتل گاہ کی طرف آ جاتے۔

۲۔ نہ اہانت محسوس کرو اور نہ غمگین رہو تم شہرتوں کو چھوؤ گے بشرطیکہ تم مومن بن کر رہے۔

<u>جنگ احد کے اسباب:</u>

(۱) جنگ بدر میں قریش مکہ کو ذلت آمیز شکست ہوئی تھی۔ ان کے سربراہ سردار مارے گئے تھے۔ مکہ کا ہر گھر ماتمکدہ بنا ہوا تھا جس قوم اور معاشرہ میں ایک قتل کے بدلے صدیوں تک جدال وقتال کی روایت ہو اسی معاشرے میں جنگ بدر کی ہزیمت اور سرداران قریش کی ہلاکت کو کیسے برداشت کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ پورا مکہ جوشِ انتقام سے بھرا ہوا تھا' جنگ احد کا سب سے بڑا سبب یہی تھا۔ دوسرے اسباب اسی کے نتیجہ میں آتے ہیں'

(۲) فوری تیاری کا سبب یہ بھی تھا کہ ابوجہل کا بیٹا عکرمہؓ جو اس وقت مسلمان نہ ہوا تھا۔ بدر کے مقتولین کے ورثا کو لے کر ابوسفیانؓ کے پاس گیا اور کہا کہ ہم اپنے مقتولین کا انتقام لینا چاہتے ہیں۔ ابوسفیانؓ خود اس وقت مسلمان نہ تھے۔ جوش انتقام کی آگ میں جل رہے تھے۔ ان کی درخواست قبول کرلی۔ اسی کے ساتھ ساتھ دو قریشی شعراء عمرو اور مسافع نے انتقام پر ابھارنے والے اشعار کے ذریعہ قبائل میں آگ بھڑکا دی۔

(۳) قریش کی وہ خواتین جن کے خاوند' والدین' اور بیٹے جنگ بدر میں مارے گئے تھے وہ بھی اپنے مردوں کو غیرت دلا دیتی تھیں اور کفار مکہ کو مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ پر ابھارتی تھیں۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ جن کا باپ

---

* مدیر ماہنامہ ''القلم'' اوگی' مانسہرہ

عتبہ بدر میں کام آیا تھا۔ام حکیم عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی' فاطمہ حضرت خالد کی بہن جو اپنے والد ولید کا انتقام لینا چاہتی تھی اسی طرح حناس حضرت مصعب بن عمیرؓ کی والدہ اپنے مقتول کے انتقام سے بھری بیٹھی تھی۔

(۴) جنگ بدر میں جو قیدی مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے تھے ان کا خون بہا بھی جو ڈھائی لاکھ درہم تھا' اہل مکہ کو ادا کرنا تھا جو ان پر معاشی دباؤ کا سبب بنا اور مالی کمزوریاں انتقام کا ذریعہ بنیں۔

(۵) اہل قریش نے نجد اور عراق کے راستے اپنی تجارت بحال کرنا چاہی تو مسلمانوں نے چھاپہ مارا جس میں لاکھ درہم کی چاندی ان کے ہاتھ آئی یہ عنصر بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ احد کا سبب بنا۔

(۶) ان جانی و مالی نقصانات کے علاوہ قریش کے تمام تجارتی راستے بند ہو گئے۔ قریش جن کو اہل عرب کی ہر قیادت و سیادت حاصل تھی بدر کی شکست اور ان حالات میں ان کی بے بسی کے باعث وہ اثرات زائل ہونے لگے' انہیں اپنی عزت' عقیدت و احترام میں کمی کا خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔ مسلمانوں کی فتح اور برتری کے نتیجہ میں بھی اور خداوند تعالیٰ پر پختہ ایمان و ایقان کے نتیجہ میں بھی بت پرستی سے لوگ برگشتہ و بیزار ہو رہے ہے۔خونی رشتوں کے کٹ جانے اور دینی رشتوں کی باہمی محبت و استحکام پر بھی ایمان پیدا ہو رہا تھا۔ تجارتی راستوں کے مسدود ہونے کی وجہ سے دوسرے قبیلے مسلمانوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے پر مجبور تھے۔ یہ تمام حالات اہل قریش کے لئے حد سے زیادہ پریشان کن تھے' وہ اپنے مقتولین کے انتقام' معاشی و مالی نقصانات اور اپنے اقتدار کی بحالی و تحفظ کی خاطر ''جنگ احد'' پر مجبور تھے۔

جنگی تدابیر:

اہل قریش نے مختلف وفود' بااثر شخصیات' شعراء کی خدمات کے زیر اثر مختلف قبیلوں کی امداد پر مشتمل تین ہزار کا لشکر تیار کر لیا' جن میں سات سو زرہ پوش' دو سو گھڑ سوار شامل تھے۔ مقتولین کے نوحے پڑھ کر جنگ میں بہادری پر اکسانے والی خواتین بھی تھیں' ابوسفیان کے اس تجارتی قافلے ''جو جنگ بدر سے پہلے بچ کر نکل آیا تھا'' کا منافع اس جنگ احد میں صرف ہوا۔ چنانچہ پورے ساز و سامان اور جنگی ضرورتوں ولوازمات کے ساتھ یہ لشکر مدینہ کی چراگاہ میں داخل ہو کر اسے پامال کرنے لگا۔ اور احد کے مقام پر پہنچ گیا۔ حضور ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ چونکہ مکہ میں تھے انہوں نے اسی لشکر کی روانگی سے پہلے حضورؐ کو اطلاع دے دی۔ حضور ﷺ کے ذاتی جنگی مخبروں نے بھی قریش کے لشکر کی اطلاع دے دی کہ وہ احد کے مقام پر پہنچ گیا ہے۔

چنانچہ حضورؐ نے صحابہ کرامؓ کی مجلس مشاورت طلب فرما کر جنگی تیاریوں اور جنگ کے متعلق تجاویز طلب فرمائیں۔ آزمودہ کار کی رائے تھی اور حضورؐ بھی یہی چاہتے تھے کہ یہ لڑائی مدینہ کے اندر لڑی جائے۔ لیکن نوجوان صحابہ کرام نے از راہ جوش و جذبہ اصرار کیا کہ مدینہ سے باہر احد کے مقام پر مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ نماز جمعہ کے بعد حضورؐ گھر تشریف لائے۔ زرہ پہنی اور نکلے جب صحابہ کرام کو اندازہ ہوا کہ مدینہ سے باہر لڑائی کا مشورہ حضورؐ کی رائے کے

خلاف ہے تو پشیمان ہو کر اپنی رائے بدلنے کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا۔ نبی جب ہتھیار باندھ لے تو اتارا نہیں کرتا۔ حضورؐ کے لشکر میں ایک ہزار صحابہ کرام تھے۔ تھوڑی دور چل کر عبداللہ ابن اُبی منافق بہانہ بنا کر کہ مدینہ کے اندر لڑنے کی میری تجویز نہیں مانی گئی۔ لہذا میں احد کی لڑائی میں شریک نہیں ہوتا۔ وہ اپنے تین سو ساتھیوں کو لیکر واپس ہو گیا۔

اب حضورعلیہ کے ساتھ لشکر میں نابالغ بچوں سمیت سات سو آدمی رہ گئے۔ لیکن لڑکوں کو واپس کر دیا جن میں زید بن ثابتؓ براء بن عازبؓ ابو حذریؓ اور عبداللہ ابن عمرؓ قابل ذکر ہیں۔ ان کمسن بچوں میں سے رافعؓ کو ان کی تیراندازی میں مہارت کی وجہ سے بھی اور ایڑیاں اٹھا کر صف میں کھڑے ہونے کی وجہ سے بلند قامت سمجھ کر ساتھ لے لیا۔ جس پر سمرہؓ نے اعتراض کیا کہ یہ مجھ سے چھوٹے ہیں۔ اور میں اس سے طاقت میں بہتر ہوں ہمارا مقابلہ کرایا جائے ان دونوں کے درمیان کشتی کا مقابلہ ہوا تو واقعی سمرہؓ نے رافع کو پچھاڑ دیا جس پر دونوں کو اجازت مل گئی۔ اس لشکر میں عورتوں میں سے حضرت عائشہؓ ام سلیمؓ ام سلیطؓ ام عمارہ بھی ساتھ تھیں۔ جنہوں نے جنگی خدمات انجام دیں۔

واقعات: احد کے پہاڑ کو پشت پر رکھ کر صفیں باندھی گئیں۔ احد کا میدان مدینہ سے تین میل پر واقع ہے پچاس تیراندازوں کا ایک دستہ اس پہاڑی پر جہاں پشت پر حملے کا اندیشہ تھا۔ حضرت عبداللہ ابن جبرؓ کی نگرانی میں متعین فرما کر انہیں سخت تاکید کی گئی کہ فتح ہو یا شکست تم جگہ نہ چھوڑ دگے۔

لڑائی کا آغاز ہونے سے پہلے ابو عامر راہب رئیس مدینہ ڈیڑھ سو آدمیوں کیساتھ آگے آیا۔ اسے مدینہ میں اپنے عرصہ قیام کے دوران اپنی پارسائی' اپنی سابقہ عزت وحرمت کے زعم میں یہ خیال تھا کہ انصار اسے دیکھ کر حضورؐ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ نعرہ مارا مجھے جانتے ہو میں ابو عامر ہوں۔ انصار نے جواباً کہا۔ ہاں جانتے ہیں تو بدکار ہے تیرا ارادہ پورا نہ ہوگا' عورتیں دف بجاتی ہوئی آئیں۔ رجز یہ گیت اور مقتولین بدر کے نوحے گاتی تھیں تاکہ اپنے لشکر میں جوش وجذبہ پیدا ہو۔ قریش کا علم بردار طلحہ آگے بڑھا اور چیلنج کیا۔ ''تم میں سے کون ہے جو مجھے مار کر جہنم رسید کرے یا میرے ہاتھوں مر کر جنت میں داخل ہو''۔ حضرت علیؓ آگے بڑھے اور کہا۔ ''میں ہوں'' اور ایک ہی وار میں اسے جہنم رسید کر دیا' پھر اس کا بھائی عثمان آیا' جیسے حضرت حمزہؓ نے شانہ پر تلوار مار کر جو کمر تک اتر گئی تھی۔ واصل جہنم کر دیا۔

پھر عام جنگ کا آغاز ہو گیا۔ گھمسان کا رن پڑا۔ حضرت حمزہؓ حضرت علیؓ حضرت ابو دجانہؓ جو عرب کے مشور جنگی پہلوان تھے۔ صفوں کی صفیں الٹتے تھے۔ تلواریں نیزے اور بھالے چل رہے تھے حضرت حمزہؓ دو دستی تلوار چلا رہے تھے' اور صفوان کو چیر کر آگے بڑھ رہے تھے۔ جبیرین بن مطعم نے اپنے حبشی غلام کو حضرت حمزہؓ کے قتل پر آمادہ کیا تھا کہ اسکے بدلہ میں اسے آزاد کر دیا جائیگا۔ اسی حبشی کو ''ہندہ'' زوجہ ابوسفیان نے بھی اپنا تمام زیور دینے کے وعدے پر اکسایا تھا کہ وہ حضرت حمزہؓ کو قتل کر دے۔ چنانچہ وہ ایک پتھر کے پیچھے چھپا ہوا موقع کی تاک میں تھا کہ حضرت حمزہ جب دو دستی تلوار چلاتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے کہ حبشی نے تاک کر اپنا چھوٹا نیزہ حربہ پھینکا جو آپ کی ناف میں لگا اور

دوسرے پہلو سے پار ہو گیا۔ حضرت حمزہؓ نے جوابی حملہ کرنا چاہا کہ گر پڑے اور وہیں شہید ہو گئے۔ حضرت حنظلہؓ اسی بہادری سے لڑتے ہوئے آگے نکل گئے کہ ابوسفیان سے سامنا ہو گیا آپ اس پر حملہ کرنا چاہتے تھے کہ دفعتاً شواد بن الاسود نے وار کر کے شہید کر دیا۔ ابودجانہؓ کے پاس حضورؐ کی عطا کردہ تلوار تھی آپ لڑتے ہوئے اسی بہادری سے داد شجاعت دیتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے کہ ابوسفیان کی بیوی ''ہندہ'' سامنے آ گئی چاہا کہ ایک ہی وار سے اسے ہلاک کر دیں کہ خیال آیا کہ حضورﷺ کی تلوار عورت پر اٹھانا تلوار کی توہین ہوگی' ہندہ کو چھوڑ دیا۔

<u>جنگ کا پانسہ پلٹ گیا:</u> گھمسان کی اس جنگ میں مسلمانوں نے قلیل تعداد کے باوجود شجاعت اور بہادری حضورﷺ کی محبت' ایمان پر سچائی و اسلام کے لئے سرفروشی و شوق شہادت کا حق ادا کر دیا۔ اور ایسا کہ قریش کے قدم اکھڑ گئے اور پسپا ہو کر راہ فرار اختیار کر لی۔ عورتیں شلواریں سنبھال کر ننگی پنڈلیوں کے ساتھ بھاگ رہی تھیں' انہیں ہوش نہیں تھا۔ مسلمان میدان خالی پا کر مال غنیمت سمیٹنے میں لگ گئے۔ انہیں دیکھ کر پہاڑی پر چھوڑے ہوئے پچاس تیراندازوں کا دستہ بھی فتح کے یقین اور مال غنیمت کے لالچ میں اپنی جگہ چھوڑ آیا۔ ہر چند کہ انہیں حضرت عبداللہ ابن جبیرؓ نے بہت روکا کہ حضور نے جگہ چھوڑنے سے منع فرمایا ہے مگر وہ نہ رکے۔ حضرت خالد نے جب یہ جگہ خالی دیکھی تو پلٹ کر اسی راستے گھاٹی سے سو سواروں کے ساتھ دوبارہ حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے مقابلہ کیا مگر لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ یہ دیکھ کر کفار مکہ کے دوسرے سردار ابوسفیان اور عکرمہ بھی واپس ہوئے اور حملہ کر دیا۔ یہ حملہ اتنا شدید اور غیر متوقع تھا کہ مسلمان جو افراتفری کی حالت میں تھے اور بے خبر مال غنیمت سمیٹنے میں لگے ہوئے تھے' قریش کے اس حملہ میں بدحواس ہو کر بکھر گئے اور کفار کے گھیرے میں گھر گئے۔ کسی کو کسی کا پتہ نہ تھا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ جن کے ہاتھ میں علم تھا اور جو حضورؐ کے ہم شکل تھے وہ کفار کے مشہور پہلوان قمیہ کے ہاتھوں شہید ہوئے تو اس نے نعرہ مارا ''قد قتلت محمد!'' اس نعرہ نے بدحواسی' افراتفری اور نفسانفسی کے عالم میں مزید اضافہ کیا اور مسلمانوں میں مایوسی طاری کر دی۔ اکثریت ہمت ہار بیٹھی کہ اب لڑنے سے کیا فائدہ؟ جو جانباز تھے ان کا زور بھی نہ چل سکا۔ ہر کوئی اپنی جگہ گھرا ہوا انفرادی و ذاتی دفاع میں مصروف تھا۔ اسی افراتفری و نفسی کے عالم میں اپنے' پرائے کی تمیز بھی باقی نہ رہی چنانچہ حضرت حذیفہؓ کے والد پر دشمن سمجھ کر مسلمانوں نے حملہ کر دیا۔ حضرت حذیفہؓ پکارتے رہے کہ میرے والد یمانؓ ہیں مگر کون سنتا اور حضرت یمانؓ اپنوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

حضورﷺ کی خبر کسی کو نہ تھی' انکے ساتھ گیارہ صحابہؓ رہ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت سعید بن ابی وقاص' حضرت زبیر بن عوامؓ حضرت ابودجانہؓ حضرت طلحہؓ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق صرف طلحہ اور سعید کا نام آتا ہے کہ یہی دو تھے۔ حضرت انس کے چچا ابن نفرؓ تلوار چلاتے ہوئے آگے نکلے تو حضرت عمرؓ تلوار پھینکے ہوئے مایوس بیٹھے تھے۔ حضرت عمرؓ سے حضورؐ کی شہادت کی خبر سن کر مایوسی کی بجائے وہ صفوں میں گھس گئے کہ اب زندہ رہنا بیکار ہے اور لڑتے

ہوئے شہید ہو گئے انکے جسم پر اسّی سے زیادہ تلواروں اور نیزوں کے زخم تھے ان کی بہن نے انگلی دیکھ کر پہچانا۔

آخر حضرت کعب بن مالکؓ نے حضور ﷺ کو دیکھ لیا تو انہوں نے اعلان کیا جس سے پر جوش و پر مسرت ہجوم حضورؐ کی طرف بڑھا حضورؐ کے ارد گرد معرکہ بر پا تھا حضورؐ نے فرمایا کون مجھ پر جان دیتا ہے"؟ زیاد بن سکنؓ پانچ انصاریوں کے ساتھ لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھے تو سب لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حضورؐ نے زیادؓ کی لاش منگوائی ابھی سانس باقی تھی کہ حضورؐ کے قدموں میں سر رکھ کر جان دیدی۔

بچہ ناز رفتہ باشد ز جہان نیاز مندے   کہ بوقتِ جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

حضورؐ پر یلغار ایسی تھی کہ کفار آخری مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ابوطلحہؓ اس یلغار کو تیر اندازی سے روکتے رہے اور اس شدت کے ساتھ دو کمانیں ہاتھ میں ٹوٹ گئیں تو انہی پر سے حضورؐ کے چہرے مبارک کو اوٹ میں لے لیا۔ حضورؐ اگر سر اٹھا کر دیکھنا چاہتے تو منع فرماتے کہ ایسا نہ کریں' میرا سینہ دشمنوں کے حملوں کے سامنے ہے۔ حضورؐ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو اپنا ترکش دے کر فرمایا۔"تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ تیر برساؤ" اسی حالت اضطرار میں زبان سے نکلا۔ وہ قوم کیا فلاح پا سکتی ہے جو پیغمبر کو زخمی کرے اس پر خداوند تعالیٰ کی طرف سے فوراً تنبیہ فرمادی گئی۔لیس لک من الامر شئی ۔ اس معاملے میں تمہارا کوئی اختیار نہیں۔

حضور ﷺ کو احد کی چوٹی پر چڑھا دیا گیا۔ حضرت ابوسفیان نے ان تک پہنچنے کی کوشش کی تو حضرت عمرؓ اور صحابہ کرام نے پتھر لڑھکا کر یہ کوشش ناکام بنادی۔ چوٹی پر چڑھنے سے پہلے حضورؐ کے ارد گرد گھمسان کی جنگ کے دوران عبداللہ بن شہاب زہری کے وار سے آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہو چکا تھا۔ پھر ابن قمیہ کے زوردار وار جو سر پر پڑا خود کی دو کڑیاں آنکھوں کے نیچے ہڈی میں گھس گئیں جنہیں ابو عبیدہ بن جراح نے دانتوں سے پکڑ کر کھینچا تو نکلیں۔ شمع رسالتؐ کے پروانوں نے آپؐ کے گرد گھیرا تنگ کر دیا تھا۔ ابو دجانہؓ آپ کی پشت سے سینہ جوڑ کر کھڑے ہو گئے اور اپنا پشتہ دشمنوں کے تیروں کے لئے سپر بنالیا۔ ان کی پشت تیروں سے چھلنی ہوگئی مگر جنبش تک نہ کی۔ حضرت سعدؓ حضرت ابوطلحہؓ۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ حلقہ باندھے کھڑے تھے۔ حضرت طلحہؓ ہاتھوں پر تلواروں کے وار روکتے رہے حتیٰ کہ ہاتھ زخموں سے چور ہو کر بیکار ہو گئے۔

اسی ہنگامہ کارزار میں ایک شقی نے دور سے حضور ﷺ کو نشانہ بنا کر پتھر مارا جس سے ہونٹ زخمی ہوئے اور نیچے کا دانت ٹوٹ گیا۔ پاؤں پھسلا تو گڑھے میں گر پڑے۔ حضرت علیؓ و حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سہارا دے کر کھڑا کیا اور حضورؐ کے ارشاد کے مطابق چوٹی پر چڑھ گئے۔ حضور ﷺ کی زندگی کی خبر پر تمام صحابہؓ کے وہاں جمع ہونے سے صورت حال بدل گئی۔ کفار کے حملے میں سستی آ گئی۔ اسی دوران ایک کافر ابی بن خلف گھوڑے پر سوار چڑھتا چلا آ رہا تھا ،حضورؐ نے فرمایا آنے دو۔ اور حارث بن حمہ صحابی سے نیزہ لے کر اس پر وار کر دیا جس سے اس کی ہنسلی کی ہڈی ٹوٹ

گئی وہ بدحواس ہوکر بھاگا اور اسی زخم سے جان بحق ہوا۔ حضورؐ نے اپنی زندگی میں اسی شخص پر حملہ کر کے قتل فرمایا۔

مثالی ایثار: حضورﷺ کی شہادت کی خبر جب مدینہ پہنچی تو وفا شعار دوڑ پڑے۔ حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں جو چہرہ مبارک خون آلود تھا خون بند نہ ہوا تھا تو چٹائی کا ٹکڑے جلا کر رکھا تو خون بند ہوا۔

سیدنا حضرت حمزہؓ کی بہن حضرت صفیہؓ پہنچیں تو حضورؐ نے ان کے بیٹے زبیرؓ سے فرمایا اسے حضرت حمزہؓ کی لاش نہ دیکھنے دو۔ جسے ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے مسخ و مثلہ کر دیا تھا۔ ہاتھ' ناک' کان وغیرہ کاٹ کر بری طرح بگاڑ دیا۔ سینہ چیر کر کلیجہ چبا دیا تھا' اعضا کا ہار بنا کر گلے میں ڈال دیا تھا۔ اسی وقت ہندہ جگر خوار کے لقب سے مشہور ہوئی تھی۔ حضورؐ کا خیال تھا کہ حضرت صفیہؓ بھائی کی لاش اس حال میں دیکھ کر غمگین ہوں گی' مگر آپ نے کہا مجھے پتہ ہے میرے بھائی سے کیا ہوا لیکن خدا کی راہ میں یہ بڑی قربانی نہیں ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ پڑھا اور مغفرت کی دعا مانگی۔

ایک انصاری صحابیہؓ حضورؐ کی شہادت کی خبر سن کر دوڑتی ہوئی آرہی تھیں' راستہ میں ہر واپس آنے والے سے حضورؐ کی خیریت دریافت فرماتیں' جو جواب ہر بار اسکے عزیزوں اور پیاروں کی شہادت کی خبر ملتی کہ تمہارا والد شہید ہو گیا۔ تمہارا شوہر شہید ہو گیا۔ تمہارا بھائی شہید ہو گیا۔ وہ ہر بار یہی فرماتی کہ مجھے حضورؐ کا پتہ دو وہ کیسے ہیں؟ جب موقع پر آ کر حضورؐ کا چہرہ مبارک دیکھا تو خوشی سے فرمایا۔ حضورؐ کے زندہ وسلامت کے بعد سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔

حضرت معصب بن عمیرؓ کی بیوی کو ان کے ماموں حضرت حمزہؓ کی شہادت کی خبر سنائی گئی تو انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ پھر ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی شہادت کا بتایا گیا تو پھر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا پھر جب آخر میں ان کے شوہر مصعب بن عمرؓ کی شہادت کی خبر سنائی گئی تو بے تاب ہو کر رو پڑیں۔

حضرت سعد بن ربیعؓ اس جنگ میں بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ حضورﷺ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو ان کی تلاش میں بھیجا اور فرمایا وہ جس حال میں ہو انہیں میرا اسلام کہو اور حال پوچھو' حضرت زید بن ثابتؓ انہیں لاشوں میں ڈھونڈتے ہوئے ان تک پہنچے تو آخری سانس لے رہے تھے۔ جسم پر ستر زخم تھے' انہیں حضورؐ کا سلام پہنچا کر حال پوچھا' تو حضورﷺ پر درود وسلام بھیج کر فرمایا حال یہ ہے کہ مجھے جنت کی خوشبو آرہی ہے اور انصار سے کہنا خدا کے ہاں تمہارا کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔

حضرت طلحہؓ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا حضور جب مشرکین مکہ کے گھیرے میں تھے تو ہر بار فرماتے کوئی ہے مشرکین کے مقابلے کے لئے؟ تو حضرت طلحہ ہر بار حضورؐ کی پکار پر خود کو پیش فرماتے اور حضورؐ پر حملے والی تلواروں کو ہاتھ پر روکتے حتی کہ آپ کے ہاتھ زخمی ہو گئے' بیکار ہو گئے۔

میدان جنگ کے کنارے پر حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ اور عبداللہ ابن جحشؓ بیٹھے ہوئے خدا سے دعا مانگ

رہے تھے۔ ''الٰہی اس جنگ میں ہمارا مقابلہ ایسے شخص سے ہو جو تلوار کا دھنی ہو' جرأت و ہمت کا مالک ہو تو ہمیں اس کے مقابلے میں ثابت قدم رکھنا۔ ہمارے مولا تو ہمیں غلبہ عطا کرنا۔ ہمارا لڑنا صرف تیری رضا کیلئے ہو تو اسے قبول فرما'' حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی دعا میں یہ الفاظ زیادہ تھے۔ ''الٰہی میرے مقابلے میں ایسا شخص بھیج کہ ہمارا مقابلہ پہاڑوں سے ٹکرانے والے سے ہو۔ تلواروں سے آگ برسے۔ نیزوں سے شعلے نکلیں۔ میرا حریف سخت مقابلے کے بعد شہید کردے میرے اعضا کاٹ ڈالے۔ میری لاش کی بے حرمتی کرے۔ میری شہادت میرے اعضا بریدگی' میری جسمانی بے حرمتی صرف تیرے لئے ہو۔ جب آخرت کے دن خدایا تیرے سامنے آؤں تو تو پوچھے کہ ایسا کیوں ہوا۔ تو میں کہوں مولا تیرے لئے' تیرے دین کی حفاظت کیلئے' اور تیرے پیارے نبیؐ کی حمایت کیلئے۔ پھر درگاہ رب العزت سے آواز آئے'' عبداللہ تو نے سچ کہا'' طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت ابن ابی وقاصؓ اکثر فرماتے تھے'' ہم دونوں دوستوں کی دعائیں قبول ہوئیں' لیکن میرے دوست کی دعا مجھ سے بہتر تھی'' وہ حرف بحرف قبول ہوئی اور ان سے یہی سلوک کیا گیا۔ میدان احد میں ان کی قبر حضرت حمزہؓ کی چار دیواری کے اندر ہے۔

<u>نتائج وفوائد:</u> احد کی اس جنگ میں مسلمانوں کی بے مثال قربانیوں' جاں نثاریوں اور خدا کے راستہ میں شہادت' ثابت قدمی صبر و ثبات کے واقعات ہمارے لئے دین اسلام کے غلبہ کے لئے اسی قسم کی قربانی اور خدا کی راہ میں جاں نثاری کا تقاضا کرتے ہیں' وہاں اس غور وفکر کی دعوت بھی دیتے ہیں کہ دورِ اول کے ان مسلمانوں نے خدا کے دین کی اشاعت وحمایت میں خداوند تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری میں اور حضورﷺ کی اطاعت شعاری جو معیار قائم کیا ہے' کیا ہم اس پر پورا اترتے ہیں؟ تو جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ کیونکہ ہماری مسلمانی اور دعوت اسلام ایسا بے ضرر و بے خطر ہے کہ ہم نے اپنے اردگرد پھیلے ہوئے ملحدانہ و کافرانہ نظام اور غیر اسلامی ماحول میں ایسی کوئی صدائے احتجاج اٹھائی ہی نہیں۔ جس سے بدر و احد کے واقعات سے دوچار ہو کر ایسی بے مثال قربانیوں اور ثابت قدمی کے واقعات پیش کرسکیں۔ ہماری مسلمانی اور اسلام لے دے کر نماز اور حج تک محدود ہو کر رہ گئی جو خالص انفرادی ہے' اجتماعی برائیوں سے چشم پوشی کررکھی ہے' بلکہ دوستی نبھا رکھی ہے۔ ہمیں تو الا ماشاء اللہ خود اپنے گھروں میں بھی بہو بیٹیوں اور بیویوں کے کسی غیر اسلامی رویہ پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہماری اسی بے ضرر مسلمانی کا دعویٰ خدا کے ہاں کسی عملی شہادت کے بغیر قبولیت کا درجہ پاسکتا ہے؟

<u>مقام عبرت ونصیحت:</u> ایک ٹیلے پر متعین کردہ تیراندازوں کی حکم عدولی اور فرمانِ امیر کی نافرمانی جنگ کی جیتی ہوئی بازی کو ہرا کر یہ نتیجہ پیدا کرسکتی ہے کہ حضورؐ کی ذاتِ اقدس بھی اس کی جراحت اور شدت سے محفوظ نہ رہ سکے۔ چند مٹھی بھر لوگوں کی حرص وہوس نے جنگ کا پانسہ پلٹ کر اس قدر عظیم نقصان کا موجب بن سکی ہے اور مدینہ کے ہر گھر کو ماتم کدہ بنا سکتی ہے' مسلمانوں کے خلاف یہودیوں اور قبائل کے حوصلوں کو بڑھا کر ان کی سازشوں اور حملوں کا

دروازہ کھول سکتی ہے جس کے تدارک کیلئے اور اسلامی اثرات کی بحالی کیلئے حد سے زیادہ جدوجہد کرنا پڑی اور پھر یہ کہ اسلام میں شخصیت پرستی کے نتیجہ میں کہ حضور ﷺ کی شہادت کی خبر سن کر ایسی بددلی و مایوسی پھیلی کہ حضرت عمرؓ جیسی شخصیت نے بھی ہتھیار پھینک دیئے۔ اس طرح آخرت کے انعام واکرام سے بے نیاز ہوکر وقتی مال سمیٹنے کی خاطر دوڑ پڑے کہ انہیں حضورؐ کے متعلق یہ بدگمانی تھی کہ وہ تیراندازوں کو کہیں مال غنیمت سے محروم نہ فرمادیں۔ جس پر خداتعالیٰ کو حضورؐ کے متعلق صفائی دینا پڑی۔ ما کان لنبی ان یغل ومن یغلل یات بما غل یوم القیمۃ ثم توفی کل نفس بما کسبت وھم لا یظلمون۔ (پارہ۴۔ آیت ۱۶۱) کسی نبی کا کام نہیں کہ وہ خیانت سے کام لے اگر کوئی ایسا کرے گا تو قیامت کے دن خیانت کے ذریعہ کمائی ہوئی دولت کے ساتھ حاضر ہوگا۔ پھر خدا ہر آدمی کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔

جنگ احد کے دوران اور اس کے بعد کے تمام واقعات پر غور فرمائیے۔ کیا ہم ان تیراندازوں کی طرح صرف ایک بار نہیں بلکہ نافرمانی اور عدم اطاعت کے قدم قدم پر مرتکب نہیں ہورہے؟ کیا ہمارے اندر مال و دولت کی اتنی ہی بلکہ حد سے زیادہ حرص و ہوس نہیں؟ اور اسے سمیٹنے میں دن رات مصروف عمل نہیں؟ کیا ہماری سیاسی و مذہبی شخصیتوں کے بت ہمارے اندر نہیں؟ جن کی پیروی میں اسلام کے اجتماعی کاز' مقصد کی پرواہ نہیں؟

احد کی جنگ میں مسلمانوں کو وقتی کوتاہیوں کی اتنی کڑی سزا مل سکتی ہے کہ۔ لیس لک من الامر شیٔ'' کی تنبیہ مل سکتی ہے تو آج ہمارے اندر اجتماعی طور پر وہی عیب' وہی خرابیاں' اور وہی جرم ایک بار نہیں بار بار اور مسلسل موجود ہیں تو پھر ہم اجتماعی وانفرادی طور پر ایسی انجام کو اسی انجام اور اسی نتیجہ سے دوچار نہیں جو احد میں مسلمانوں کو بھگتنا پڑا۔

بوسنیا' کشمیر' افغانستان' اریٹریا فلسطین' عراق پر جو مظالم ڈھائے جارہے ہیں تو اس میں تعجب اور شکایت کی کیا بات ہے یہ تو خداوند تعالیٰ کا وہ بدلہ ہے اور اس کی سزا ہے جو حضورؐ کی موجودگی میں معرکہ کارزار میں جانثاروں کو انکے ایثار کے باوجود مل کر رہی تو ہم کس باغ کی مولی ہیں۔ جن کا دامن اور عمل ایسی کسی قربانی سے خالی ہے جب اس کے نام پر پڑنے والوں کو وقتی ذلت وخواری سے دوچار ہونا پڑا تو ہمارے مقدر میں اگر طعن اغیار' ذلت و رسوائی اور ناداری و نارسائی لکھی گئی ہے تو پھر گلہ کس بات کا ہے۔

ہاتھ بے زور ہیں' الحاد کے دِل خوگر ہیں ___ امتی باعثِ رسوائی -- پیغمبر --ہیں
بت شکن اٹھ گئے ''باقی جو رہے بت گر ہیں ___ تھا براہیم پدر اور پسر آذر -- ہیں
قوم مذھب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں ___ جذب باہم جو نہیں محفل انجم بھی نہیں
وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہوکر ___ اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہوکر

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی

امارات قیامت

علامات قیامت:

تمام انبیاء کرام نے اپنی اپنی امتوں کو جس طرح قیامت کی حقانیت اور وقوع پذیر ہونے کی جس طرح اطلاع دی اسی انداز سے انہوں نے علامات قیامت بھی ذکر کر دیں ۔ رحمۃ للعالمین صلعم کے بعد رسالت و نبوت کا دروازہ بند ہے۔ اور روز قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسانوں کے رہبر و راہنما ٹھہرائے گئے تو انہوں نے قیامت تک ظاہر ہونے والے اہم واقعات و حادثات کی اطلاع بھی' جو ان کو بذریعہ وحی بتلائی گئی زیادہ بسط و شرح سے پیش کر دیں۔ ان واقعات و حادثات میں اہم ترین واقعات علامات قیامت کا نام سے مذکور ہیں احادیث و شریعت کی کتابوں کی اصلاح میں اشراط الساعۃ و علامات الساعۃ وغیرہ کے ناموں سے ذکر کیا گیا ہے۔ محسن انسانیت گا قیامت سے پہلے بطور تمہید واقعات و حالات کے بیان کرنے کی غرض امت کو یوم آخرت کی طرف رغبت دلانا' اصلاح اعمال کرنا' شیطانی خواہشات کو چھوڑ کر رحمانی انعامات کی طرف متوجہ ہونا' لذائذ دنیا میں مستغرق و منہمک رہنے کی بجائے فکرِ آخرت جیسے اہم ترین مقصد پیدائش پر عمل پیرا ہونا تھا۔ چنانچہ آپ مختلف مواقع پر صحابہ کو ان علامات کی تعلیم و تلقین فرماتے رہے۔ احادیث کی تمام مستند و اہم کتابوں میں محدثین نے ان کو علاماتِ قیامت کے نام سے احادیث جمع کر کے مستقل باب اس نام سے قائم کر دیئے۔ انہی قیامت سے پہلے واقع ہونے والی نشانیوں میں سے بعض علامات کا ذکر آج اور گزشتہ جمعہ کے ذکر کردہ حدیث میں بھی ہیں کہ جبرئیل امین نے ایک شخص جس کا لباس نہایت صاف ستھرا سفید اور بال سیاہ چمکدار تھے کی شکل میں آ کر حضورؐ سے عرض کیا کہ قیامت کب آئیگی؟ آپؐ نے فرمایا۔ ما المسئول عنها باعلم من السائل: (ترجمہ) جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔

جب لونڈی اپنے آقا کو جنے گی:

جس کے بعد حضرت جبرئیل نے قیامت کی نشانیوں کے بارہ میں پوچھا جس کے جواب میں آپؐ نے فرمایا کہ لونڈی اپنے آقا کو جنے گی۔ اس جملہ کے محدثین و علماء نے مختلف توجیہات بیان کئے' بعض کی رائے میں اس سے حضورؐ کا یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ جب معاشرہ جنسی لحاظ سے اس حد تک بگڑ جائے کہ مرد و زن کا اختلاط ہو اپنے پرائے کی

تمیز ختم ہو جائے گی' حیاء و شرم کا نام بھی باقی نہ رہے' آزادی نسواں و دیگر پرفریب نعروں سے عورت کی عفت اور پاکدامنی کو تار تار کیا جائے جس کے ردعمل کے طور پر زنا جیسا بدترین گناہ عام ہو جائے' اخلاقی و معاشرتی پابندیوں کو پھلانگ کر غیر شرعی و غیر اخلاقی تعلقات مرد و زن کے درمیان استوار ہوں۔ اس کے نتیجہ میں ناجائز بچے کثرت سے پیدا ہوں گے جن کو نہ ماں کی خبر ہوگی کہ مجھے کس نے جنا ہے اور نہ باپ کی کہ کس کے نطفہ سے پیدا ہوا ہوں' پھر ان ناجائز پیدا شدہ بچوں میں جو بڑے ہو کر مال و دولت کے مالک بنیں گے وہ اپنی انہی ماؤں سے جنہوں نے اسے اپنے رحم سے جنا ہے لاعلمی میں بطور باندی یا آج کل کے دور میں ملازمہ کے طور پر اپنی خدمت کروانے کیلئے رکھیں گے۔ بعض کا خیال یہ ہے کہ اس جملہ سے مراد بڑے اور چھوٹے کے درمیان ادب و احترام کا رشتہ ختم ہونا ہے کہ بیٹی اپنی ماں کو اور بچہ اپنے باپ کو ایسا حکم دے گا جیسا کہ حاکم اپنے محکوم اور آقا اپنے غلام کو حکم دیتا ہے

جہاں تک قیامت کی نشانی کا تعلق ہے دونوں توجیہات کی شکل میں یہ نشانی موجود ہو چکی ہے' یورپ و لا دین اور غیر اسلامی ممالک میں تو بے حیائی' حرام کاری' جنسی اختلاط کی حکومتی اور سرکاری سطحوں پر سرپرستی ہو رہی ہے' بعض ممالک کے آئین ساز و قانون ساز اداروں کی طرف سے باقاعدہ تحفظ بھی دیا گیا ہے۔ آئے دن اخبارات و جرائد میں آپ دیکھتے ہوں گے کہ ان نام و نہاد ترقی یافتہ ممالک میں کئی لاکھ بچے بغیر اصلی باپ کے حرام کاری کے ذریعہ پیدا ہو رہے ہیں کہ ان بچوں کو اپنے والد کے بارے میں علم ہی نہیں ہوتا۔ جب والدین کا صحیح علم نہ ہو تو ان سے یہ توقع رکھنا کہ وہ والدین کو وہ قدر و احترام دیں' اور ان کی خدمت کریں گے' جس کا دین اسلام تقاضا کرتا ہے عبث ہے' اپنے والدین کو عزت کا مقام دینا تو کجا' بلکہ وہ جب کام کرنے سے رہ کر بڑھاپے کی حدود میں داخل ہو جاتے ہیں' تو اولاد کہلوانے والے ان کو کسی سرکاری ادارہ کے حوالہ کر کے اپنے آپ کو ان سے فارغ کر لیتے ہیں۔

یہ تو غیر مسلم معاشرے کا حال ہے اب آیئے اسلامی ممالک اور اپنے گرد و پیش کے حالات پر نظر دوڑائیں کہ فحاشی' عریانی کے مقابلہ میں ہم بھی ان سے سبقت حاصل کرنے کی دوڑ میں نمایاں ہیں۔ یونیورسٹیوں اور تعلیمی اداروں میں مخلوط نظام تعلیم' گھر گھر وی سی آر کی لعنت' غیر ملکی عریانی اور فحاشی سے بھری فلموں کی یلغار جنسی سیکنڈلوں و تصاویر سے بھرے اخبارات و جرائد وغیرہ تمام احوال و کردار' زنا جیسے بدترین اور تباہ کن گناہ کے پھیلانے میں اہم رول ادا کر رہے ہیں اور اسلامی ممالک نام نہاد مسلمان بھی تیزی سے تباہی کے گڑھے کی طرف گامزن ہیں ایسی صورتحال میں یہاں بھی مرد و زن کے بڑھتے ہوئے اختلاط و دیگر عوامل اور سرکاری سطحوں پر لادینی پروگراموں اور اداروں کی سرپرستی کی وجہ سے ماں بیٹی کی شناخت و تمیز ختم کر کے قیامت سے پہلے قیامت کی اس علامت کی مسلمان خود تصدیق کر دیں گے۔ .... (جاری ہے)

مولانا ظفر اللہ شفیق*

خادم الدین حضرت مولانا محمد اسحاق قادریؒ
کچھ یادیں' کچھ باتیں

(ہمدرد سنٹر لاہور میں تذکرہ اسلاف کے حوالے سے منعقدہ ایک سیمینار میں پڑھا گیا مقالہ خصوصی)

برعظیم کے ماحول میں ظلمتوں کا راج تھا' ظن و ہویٰ کی پیروی ہوتی تھی' بدعات نے گھر گھر ڈیرے ڈالے ہوئے تھے' شرکیہ رسوم اور جاہلی طریقے معاشرے میں رواج پذیر تھے...... ایسے میں ایک پر جوش اور پر ہوش آواز بلند ہوتی ہے: ''مسلمانو! تمہارا دین اسلام ہے' اور اسلام قرآن وسنت کا نام ہے۔ فلاح چاہتے ہو تو قرآن وسنت کی طرف پلٹ آؤ!'' یہ تجدیدی آواز شاہ ولی اللہؒ کی تھی۔

مخالفت اور مخاصمت کے طوفان کے باوجود شاہ صاحبؒ اور ان کے بابرکت خانوادے نے قرآن وسنت کا پیغام عام کرنے کے لئے ہر ممکن سعی کی۔

شاہ ولی اللہؒ کے علم وحکمت نے دیوبند میں دارالعلوم کی شکل اختیار کر لی اور دارالعلوم سے یہ تجدیدی آواز ایک تحریک بن کر دنیا میں پھیلی۔ تو دیوبندی تحریک دراصل قرآن وسنت کے احیا کی تحریک ہے۔

اس تحریک نے یہ جذبہ عام کیا کہ ایک مسلم کو اپنی زندگی قرآن وسنت کے زیر سایہ بسر کرنی چاہیے۔ اس تحریک نے یہ شعور بخشا کہ ہمارے فکر کا منبع صرف قرآن اور ہمارے عمل کا ماخذ صرف سنت ہونا چاہیے۔

اس تحریک نے تصوف کے نام سے پھیلی ہوئی خرافات کا قلع قمع کیا اور بتلایا کہ حقیقت صرف قرآن ہے اور طریقت صرف سنت ہے۔

اس تحریک نے دجالوں اور کذابوں کے جنگل میں پھنسے ہوئے سادہ لوح مسلمانوں کو یہ کہنے کا حوصلہ دیا کہ ہر شخصیت اور ہر شخص کا قول وعمل قرآن وسنت کے تابع ہے' قرآن وسنت کسی کے تابع نہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے جن فرزندوں نے اس تحریک کی آبیاری میں اپنی پوری پوری زندگیاں کھپائیں' ان میں

---

* شعبہ اسلامیات' ایچی سن کالج' لاہور۔ خطیب مسجد خالد' کیولری گراؤنڈ لاہور

ایک عظیم لیکن گمنام شخصیت مولانا محمد اسحاق قادریؒ کی ہے۔

آپ سچے اور کھرے دیوبندی تھے چنانچہ قرآن وسنت' آپ کا صرف قال نہیں بلکہ حال تھا' قال سے حال کا یہ سفر بڑا دل گداز بھی ہے اور جاں نواز بھی' یہ نوجوانوں کے لئے داستان نصیحت بھی ہے' اور پیام ہمت واستقامت بھی' ان تذکروں سے جذبہ عمل جواں ہوتا ہے' اور دلوں کو ثبات ملتا ہے' اس لئے جس نے کہا' بالکل سچ کہا کہ 'صالحین کی حکایات لشکر الہٰی ہوتی ہیں۔

تو آیئے! حضرتؒ کے حالات وواقعات اور فرمودات سے اپنے لئے ہدایت کی کرنیں تلاش کرتے ہیں۔

جوہری کی تراش خراش ایک پتھر کو دلربا ہیرا بناتی ہے تو شیخ کی تربیت کسی شخص کو شخصیت عطا کرتی ہے' فیاض نظر کے بغیر راہ سلوک پر قدم اٹھانا نہایت دشوار ہوتا ہے۔

حضرت مولانا محمد اسحاق قادریؒ کی شخصیت اپنے شیخ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی پاکیزہ شخصیت کا عکس جمیل تھی۔ فنافی الشیخ کا مقام حضرتؒ کی اداؤں سے سمجھ آتا تھا۔

☆ آپ ۴ مارچ ۱۹۱۶ء کو لاہور کی مضافاتی بستی باغبان پورہ میں پیدا ہوئے۔ والد محترم نے ۱۹۲۷ء میں حضرت شیخ التفسیر کی خدمت میں شیرانوالا دروازہ پہنچایا' ولایت کی پہلی نظر ایسی پراثر ہوئی کہ آپ تاحیات یہیں کے ہو رہے!

۱۹۳۰ء تک ابتدائی تعلیم انجمن خدام الدین کے مدرسے میں حاصل کی' پھر شیخ ہی کے مشورے سے ۱۹۳۱ء میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے۔ موقوف علیہ تک وہیں پڑھا۔ اس اثناء میں علالت طبع کا سلسلہ بھی جاری رہا۔۴۲۔۱۹۴۱ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور یہ بھی اپنے شیخ کے مشورے سے' یہاں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور دوسرے اساتذہ کرامؒ سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔

☆ اپنے شیخؒ سے آپ کو کتنی محبت تھی' اس کا اندازہ ایک خط سے ہوتا ہے۔

حضرت شیخ التفسیر نے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کی معیت میں سہارنپور آنا تھا' آپ دیدار کے انتظار میں تھے' لیکن پروگرام اچانک تبدیل ہو گیا۔ شیخؒ نہ آ سکے اور اطلاع بھی نہ ہو سکی۔ اس پر آپ شیخ کو لکھتے ہیں:

''حضور کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ آپ کئی روز ہوئے تشریف لے گئے ہیں۔ اس خبر سے آج سارا دن احقر پر جو گزری ہے وہ احقر ہی جانتا ہے یا خداوند قدوس کو علم ہے۔ کسی چیز کو طبیعت نہیں چاہتی' غم کا پہاڑ سر پر پڑا ہے' ۹ بجے کے بعد سے کتاب بالکل پڑھی نہیں جا رہی''

ادھر محبت بے پناہ تھی تو ادھر شفقت بے انتہا تھی' مختلف خطوط سے شیخ کے چند جملے ملاحظہ ہوں:

"عزیز القدر سعادت اثر مولوی محمد اسحاق زیدت سعادتکم"

''بارگاہ الٰہی میں ملتجی ہوں کہ آپ کو دُنیوی اور اخروی مقاصد میں کامیاب فرمائے''

''اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ تمہیں عالم باعمل بنائے اور اپنے مخلص بندوں میں شامل فرمائے''

''اپنے اسباق کے علاوہ ذکر الٰہی کا بھی خیال رکھیں اور علم کے ساتھ عمل کا بھی خیال رہے' آوارہ مزاج طلبہ کی صحبت سے پرہیز رہے' اساتذہ کی اطاعت کر کے دعائیں لیں' یہی باتیں قبولیت کا باعث ہوں گی''

''بیٹا! میں تم سے خوش ہوں اور تمہارے حق میں صلاحیت اور سعادت مزیدہ کی دعا کرتا ہوں۔ جو وظیفہ بتلایا ہوا ہے' اسے کم وبیش ضرور کیا کریں''

''روحانی تعلق جسمانی تعلق سے کم قابل قدر نہیں ہوتا' لہٰذا جس طرح مجھے انور (مولانا عبیداللہ انورؒ) کی راحت سے سرور اور تکلیف سے صدمہ ہوتا ہے' اسی طرح آں عزیز کی تکلیف سے صدمہ ہوتا ہے' اور فوری شفا کا متمنی اور داعی رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو قال اور حال میں حظ وافر عطا فرمائے''۔

☆ محبت اور شفقت کے اس روحانی ربط کے ساتھ آپ دارالعلوم سے واپس شیرانوالا دروازہ پہنچے اور ۱۳ ذوالقعدہ ۱۳۴۱ھ کو شیخؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور یہ مبارک ہاتھ اس قدر مضبوطی سے تھاما کہ موت بھی اسے جدا نہ کر سکی' جنازے میں ہجوم کی کثرت سے پاؤں شدید زخمی ہو گئے لیکن آخر تک شیخؒ کی پائتی نہیں چھوڑی۔

شیخؒ کی حیات میں حجرہ شریفہ کے باہر ایک تختی لٹکی رہتی تھی کہ ''انتظار کیجئے' نماز کے وقت ملاقات ہو گی'' وفات کا آپ کے قلب وذہن پر شدید اثر تھا' ایک شب خواب میں زیارت ہوئی' مسکراتے ہوئے فرمایا: مولوی اسحاق! اب تو انتظار نہیں کرنا پڑے گا...... یہ فرمانے کے ساتھ ساتھ بوجھ اتر گیا۔ گویا عناصر کی قید ختم ہوئی' اب جب چاہو مل لو:

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکا لی دیکھ لی

اسی سال آپ نے شیخؒ سے دورہ تفسیر پڑھا اور اعلیٰ درجے میں کامیاب ہوئے۔ پھر حضرتؒ کے حکم سے دارالافتا میں مفتی کے طور پر کام کیا' ترجمہ قرآن عزیز میں شیخؒ کے ساتھ تحریر و تصحیح کی خدمت انجام دی' آپ مستند طبیب بھی تھے' چنانچہ انجمن خدام الدین کے مطب کی ذمہ داری بھی آپ کے کندھوں پر تھی۔

شیخؒ کو آپ پر اعتماد اتنا تھا کہ ۱۹۴۷ء میں جب شیخؒ کے اہل وعیال گوٹھ پیر جھنڈا میں منتقل ہو گئے تو چھ ماہ آپ اپنے اہل وعیال کے ساتھ شیخؒ کے بیت مبارک میں رہے اور ہمہ وقت خدمت کے لئے وقف ہو گئے۔

☆ ان خدمات کے ساتھ سلوک کا سفر اور روحانی اسباق بھی جاری تھے۔ ذکر الٰہی آپ کے سانسوں میں رچا بسا تھا' دست بکار دل بیار' آپ کی زندگی تھی۔

ان تمام خدمتوں' محبتوں' عقیدتوں اور شفقتوں کے باوجود آپ کو خلافت شیخؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا

مفتی بشیر احمد پسروریؒ سے حاصل ہوئی!

الہیٰ! یہ کیا ماجرا ہے؟ اتنے طویل عرصے میں تو لوگ دس دس خلافتیں اکھٹی کر لیتے ہیں!

وجہ یہ ہے کہ اس دور میں مرید اپنے باطنی حالات کے بارے میں جھوٹ نہیں بولتا تھا' اور شیخ اپنے سلسلے کے بارے میں غیرت منداور دیانت دار ہوتا تھا' نااہل اور نامکمل کو ہزار عقیدت و خدمت کے باوجود خلافت نہیں ملتی تھی۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنے اجازت نامے میں وضاحت فرمائی ہے کہ ابھی کچھ اسباق کی تکمیل باقی تھی کہ شیخؒ کا انتقال ہو گیا' تکمیل کے بعد اب میں اجازت دے رہا ہوں۔

ہم جس دور میں جی رہے ہیں اس میں یہ بات عجیب سی لگتی ہے۔ اس لئے کہ اب خلافتیں ارزاں ہو گئیں۔ ارشاد کی مندیں وراثت بن گئیں' روحانی چشمے اسی لئے گدلے ہو گئے کہ اب عقابوں کے نشیمن زاغوں کے تصرف میں ہیں۔ الا ماشاء اللہ

دورہ تفسیر سے فراغت کے بعد شیخؒ نے آپ سے ایک معاہدے پر دستخط کروائے ...... یہ انجمن کا مطبوعہ معاہدہ ہے اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ لاہور کی فضا میں شیخؒ نے کتنی حکمت' استقامت' اور تدبر سے کام لیا' یہ شیخؒ کی محنتوں کے پھل ہیں جو آج ہم چن رہے ہیں!...... معاہدہ یہ تھا کہ "میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر وعدہ کرتا ہوں کہ کتاب وسنت کا متبع رہ کر انجمن کے انداز میں درس قرآن حکیم کو زندگی کا نصب العین قرار دیتا ہوں' دینی خدمات کے سلسلے میں تادمِ زیست میری اولین کوشش اس مبارک مقصد میں صرف ہوگی"

بس آپ کی پوری زندگی اس معاہدے کی تعمیل و تکمیل میں بسر ہوئی کہ حکم الہیٰ ہے: اوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا" (بنی اسرائیل: ۳۴)

آپ نے قرآن وسنت کی پیروی کو اپنا شعار بنایا اور شیخؒ کے طریقے کے مطابق خدمت دین میں جُت گئے اور اس بارے میں اپنی کسی ذاتی پریشانی' بدنی تکلیف اور خاندانی مصروفیت کو آڑے نہیں آنے دیا۔

ایک نظر آپ کی دینی مصروفیات پر ڈالتے ہیں جن کا میں نے آپ کے دور آخر میں مشاہدہ کیا اور جو آج بھی نوجوان علماء اور خدام دین کے لئے باعث حیرت اور قابل رشک ہیں:

مسجد امن باغبانپورہ میں روزانہ نماز فجر کے بعد درس قرآن مجید' ناشتے کے بعد ۱۲ بجے تک طلباء کو پڑھاتے اور اسی دوران میں ضرورتمندوں سے ملاقات بھی کرتے ...... کبھی اس وقت میں مطب بھی کیا کرتے تھے اور مطب کے دوران میں حفاظ سے منزل سنا کرتے ...... ۱۲ بجے سے نماز ظہر تک کھانا اور آرام۔

نماز ظہر کے بعد درس حدیث شریف۔ اور پھر اسباق' نماز عصر کے بعد سکول کے اساتذہ کو ترجمہ قرآن مجید پڑھاتے اور مسجد کی صفائی ستھرائی میں مصروف ہو جاتے۔ نماز مغرب کے بعد بھی کچھ لوگ پڑھنے آ جاتے' نماز عشاء

کے بعد بھی دو تین منٹ تبلیغ کرتے ۔ ہر اتوار کو مغرب کے بعد مجلس ذکر منعقد ہوتی اور ہر نوچندی اتوار کو مجلس ذکر کے ساتھ سوالاکھ مرتبہ آیت کریمہ کا ورد ہوتا اور لنگر تقسیم کیا جاتا۔

یہ تو مسجد امن کی دینی مصروفیتیں تھیں ۔ ہفتہ وار دروس اور ماہانہ مجالس ان کے علاوہ تھیں ہر اتوار کی صبح سنگھ پورہ کے احباب کے گھروں میں درس قرآن مجید اور مجلس ذکر ہوتی اور ہر منگل کو نماز مغرب کے بعد اقبال پارک کی نورانی مسجد میں یہی نورانی محفل ہوتی، ہر بدھ کو قینچی امر سدھو تشریف لے جاتے، عصر کے بعد جامع مسجد عثمانیہ میں درس قرآن مجید، مغرب کے بعد اسی جامع مسجد میں مجلس ذکر، عشا کے بعد جنرل ہسپتال کے مین گیٹ کے سامنے مسجد محمدیہ (یہ مسجد اب روڈ کی توسیع میں آکر شہید ہوگئی ہے) میں اور یہاں سے فارغ ہوکر جنرل ہسپتال کے نرسنگ ہوسٹل میں درس قرآن مجید اور ہر ماہ کے آخری جمعہ کو جلو موڑ کی تین مساجد میں عصر، مغرب، عشاء کے بعد درس قرآن مجید اور مجلس ذکر۔علاوہ ازیں خاص دعوت پر مذکورہ شیڈول سے وقت نکال کر کبھی ہنجرا خورد ضلع قصور کبھی رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ، کبھی احمد نگر ضلع گوجرانوالہ اور کبھی ٹیکسلا کی انجینئرنگ یونیورسٹی میں درس قرآن مجید کے لئے جایا کرتے تھے۔اور جہاں کہیں اجتماع ہوتا اور آپ کو موقع ملتا تو دین کی بات کہہ ڈالتے۔اگر کوئی شخص کہتا کہ اس شیڈول سے ہٹ کر میرے پاس فلاں وقت خالی ہے تو آپ ایک شخص کو بھی قرآن مجید پڑھانے کے لئے آمادہ ہو جاتے!

آپ نے تا صحت ان دینی خدمتوں کو وقت کی پابندی کے ساتھ انجام دیا۔گرمی ہو یا سردی، بہار ہو یا خزاں، آندھی ہو یا بارش آپ وقت مقرر پر پہنچ جاتے۔بعض اوقات موسم کی خرابی کی وجہ سے شرکاء مسجد میں نہ آتے تو آپ ان کے گھر پہنچ جاتے اور انہیں مسجد میں لے آتے۔ایک مرتبہ عید بدھ کے دن واقع ہوئی قینچی امر سدھو کے احباب کا خیال تھا کہ آج حضرت کہاں آئیں گے! لیکن آپ وقت مقرر پر پہنچ گئے اور اس طرح یہ عملی درس دیا کہ:

لیس العید لمن شرب و اکل		انما العید لمن اخلص اللہ العمل

جتنی روانی اور آسانی سے یہ سطور لکھی اور پڑھی گئی ہیں، آپ کی دینی خدمات اتنی روانی اور آسانی سے انجام نہیں پاتی تھیں، آپ کو رکاوٹوں اور مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا، گھریلو مصروفیتیں بھی ہوتی تھیں، لیکن آپ کے ہاں شیخ سے معاہدے کے مطابق، دینی خدمات اولین ترجیح رکھتی تھیں۔

آپ نے اولاد کی شادیاں کیں لیکن مذکورہ شیڈول میں کوئی خلل نہیں آنے دیا۔

مسجد کا کام کرتے ہوئے سیڑھی پھسلی، آپ دوسری منزل سے نیچے فرش پر آگرے، کمر، ٹانگوں، ہاتھوں پر شدید چوٹیں آئیں لیکن معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا۔

مسجد کا پائپ درست کرتے ہوئے سر پر اینٹ آلگی، سر پھٹ گیا، لیکن حسب معمول قینچی امر سدھو گئے اور تینوں جگہ درس دی۔

ایک مرتبہ قینچی کے لئے روانہ ہو رہے تھے کہ بیٹے نے پوچھا: آپ گھر نہیں گئے؟ فرمایا: کیا ہوا؟ کہا: امی جان باتھ روم میں گر گئی تھیں اور شدید چوٹیں آئیں۔ پوچھا: اب کیا حال ہے؟ کہا: ڈاکٹر نے انجکشن لگایا ہے اور پٹیاں باندھی ہیں' فرمایا: اچھا اللہ حافظ۔

راستے میں خادم نے گھر کے قریب موٹر سائیکل آہستہ کی' لیکن فرمایا: سیدھے چلو' تم معمولات پورا کئے اور پھر گھر تشریف لائے۔ دوسری مجلس میں فرمایا: حضرتؒ کی وصیت تھی: ''اللہ کے کام کو اپنے کام پر مقدم رکھنا!''

قینچی امرسدھو ہی میں ایک دفعہ درس قرآن میں آنکھوں میں شدید جلن شروع ہو گئی' مجبوراً درس بند کرنا پڑے' وہیں لیٹ گئے' فرمایا کسی کے گھر آب زمزم ہو تو لائے۔ کچھ احباب آب زمزم لانے چلے گئے' ایک صاحب ڈاکٹر صاحب کو بلا لائے' ڈاکٹر نے چیک کیا' فوری علاج کی ہدایت کی' دوائیں تجویز کیں' دوائیں آئیں' لیکن آپ نے آب زمزم ہی آنکھوں میں ڈالا' کہ آپ ایلوپیتھک دواؤں سے گریز کرتے تھے اور اسی مبارک پانی سے آپ کو افاقہ بھی گیا۔ واپسی میں فرمایا تو یہ فرمایا: افسوس شیطان لعین نے آج درس قرآن رکوا دیا! اپنی تکلیف کا کوئی ذکر نہیں فرمایا!

ایک مسجد میں درس قرآن دے رہے تھے کہ چہرے پر تکلیف کے آثار نمودار ہونے لگے' درس جاری رہا' ختم کے بعد فرمایا: میری قمیص میں دیکھو کیا ہے؟ دیکھا گیا تو ایک موٹی کالی بھڑ ڈس رہی تھی' فرمایا: قرآن مجید کے احترام نے اٹھنے نہیں دیا!

جی ہاں! امام مالکؒ کی اس روایت کو نبھانے کے لئے بڑا حوصلہ چاہیے' اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دور میں یہ حوصلہ عطا فرمایا تھا۔

باغبانپورہ کے ابتدائی دور میں آپ ایک مسجد میں درس قرآن دیتے تھے' اہل بدعت کو گوارا نہ ہوا' ایک دن درس کے دوران ہی میں قرآن مجید کے سامنے سے اٹھا لیا اور آپ کو گالیاں دینے لگے۔ آپ نے دعا کی: یا اللہ تیرے پیغمبر ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ بھی لوگوں نے اسی قرآن کی وجہ سے یہی سلوک کیا' انہوں نے صبر کیا' تو نے انہیں اپنی رضا عطا فرمائی' یا اللہ! میں بھی صبر کرتا ہوں' مجھے بھی اپنی رضا عطا فرما!

ایک مسجد میں آپ درس قرآن مجید دیتے تھے اور مجلس ذکر بھی ہوتی تھی' اپنوں کی سستی کی وجہ سے مسجد پر اہل بدعت کا قبضہ ہو گیا...... اور ہمیشہ اپنوں کی سستی ہی نے کام خراب کیا...... اپنوں نے بھی ڈر کے مارے مسجد آنا چھوڑ دیا اور حضرتؒ سے بھی عرض کیا کہ خطرہ ہے' نہ آیا کریں۔ آپ نے فرمایا! جب تک پکڑ کر مسجد سے نکال نہیں دیتے' میں یہاں اللہ کے نام پاک کا ذکر نہیں چھوڑوں گا!

چنانچہ آپ التزام کے ساتھ وقت مقرر پر تشریف لے جاتے' تنہا بیٹھ کر ذکر میں مشغول رہتے اور چلے آتے' کسی شخص کو آپ کو روکنے یا نکالنے کی ہمت نہ ہوئی' یہی آپ کا معمول رہا' یہاں تک کہ بیماری نے آپ کو بستر تک

محدود کر دیا۔

ایک مرتبہ فلیٹیز ہوٹل میں جمعیت کا پروگرام تھا' اس دن آپ کے یہاں مجلس ذکر بھی تھی' میں نے پروگرام میں شرکت کے لئے بہت سے جواز فراہم کئے' کئی فوائد گنوائے' لیکن مسکرا کے فرمایا: سب دیکھا ہوا ہے' جانتا ہوں کیا ہوگا۔

آپ کو اپنی یہ دینی خدمتیں اتنی عزیز تھیں کہ دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس میں بھی شریک نہیں ہوئے اور عمامہ فضیلت یہیں لاہور آپ کے پاس پہنچا۔ آپ کی کوششوں سے کئی مساجد تعمیر ہوئیں' کئی مدارس قائم ہوئے جو بحمد اللہ کام کر رہے ہیں۔

☆ شیخؒ کے انتقال کے بعد آپ ایک مدت تک صبح کے درس قرآن کیلئے شیرانوالا دروازہ جاتے رہے اور تین سال شیخؒ کی مسند پر علماء کرام کو دورہ تفسیر پڑھایا۔ آپ کی علمی زندگی شیخؒ کے افادات کی تفہیم' تبلیغ اور تسہیل و تلخیص میں بسر ہوئی : ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

☆ کسی چھوٹی' بڑی مجلس میں جہاں آپ کو دین کی خدمت کی امید ہوتی' شرکت کی دعوت قبول فرماتے' اس بارے میں آپ کا طرز عمل حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ سے ملتا جلتا تھا' اور کیوں نہ ہوتا' آپ صرف علم ہی میں حضرتؒ سے نسبت تلمذ نہیں رکھتے تھے' عمل میں بھی حضرتؒ کی شان جہاد کے امین تھے۔

مولانا محمد منظور نعمانیؒ رقمطراز ہیں:

''ایک مرتبہ مسلسل اصرار کے ساتھ عرض کیا گیا کہ حضرت کی صحت اور وقت بہت قیمتی ہے' اس کو صرف ضرورت اور موقع پر صرف ہونا چاہیے''

تو حضرتؒ نے خاکساری اور تواضع سے ڈوبے ہوئے لہجے میں فرمایا:

''آپ لوگ یہ کیا کہتے ہیں' میں کیا ہوں اور میری قیمت کیا ہے' یہ مٹی کا جسم ہے' جب تک چل رہا ہے' اس سے کام لے لینا چاہیے'' (تحدیث نعمت :ص:۲۵۲)

آپ نے بھی مٹی کے جسم کو خوب خوب استعمال کیا اور اللہ کے دین کو خوب پھیلایا۔

☆ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت' ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفی ﷺ اور ۱۹۸۶ء میں تبلیغ دین کے جرم میں پابند سلاسل رہے۔ ان ایام میں جیل کے در و دیوار اللہ کے ذکر اور تلاوت قرآن مجید سے روشن رہتے۔

۸۶ء میں جیل سے رہا ہوئے تو کسی نے پوچھا: آپ کس جرم میں گرفتار ہوئے؟ فرمایا: سزائے موت کا ایک قیدی تھا' وہ تو باہر نہیں آ سکتا تھا' اللہ تعالیٰ مجھے اندر لے گیا اور اسے توبہ کی توفیق ہوگئی۔

۷۷ء کی تحریک میں لاہور میں کرفیو نافذ تھا' آپ تھانے میں نظر بند تھے' جمعہ کے وقت کرفیو میں نرمی ہوئی تو آپ کے تمام مقتدی تھانے پہنچ گئے' آپ نے وہیں خطاب فرمایا' خطبہ دیا اور نماز پڑھائی' یوں تھانے کو آپ نے مسجد

بنا دیا:

رند جو ظرف اٹھالے' وہی ساغر بن جائے
جس جگہ بیٹھ کے پی لے' وہی مے خانہ بنے

☆ آپ میں تواضع اور جذبہ خدمت کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا' آپ کی گفتگو اور نشست و برخاست سے انکساری جھلکتی تھی۔

حدیث میں ہے کہ "جو شخص گدھے پر سواری کرتا ہے' وہ تکبر سے بری ہے" اس دور کا گدھا سائیکل ہے۔ تو جو سائیکل کی سواری کرتا ہے' وہ حدیث کے مطابق تکبر سے بری ہے' غالباً اس حدیث کی روشنی میں ہی آپ نے سائیکل سواری اختیار کی' باغبانپورہ سے شیرانوالا دروازہ' باغبانپورہ سے قینچی امرسدھو اور دوسری جگہوں پر آپ سائیکل پر جایا کرتے تھے۔

داعی سے فرماتے تم چلو' میں آتا ہوں' اور سائیکل پر وقت مقررہ پر پہنچ جاتے' کیا خوب منظر ہوتا تھا کہ ارادت مند تو موٹر سائیکل اور گاڑی پر آ رہے ہیں اور ان کا شیخ سائیکل پر آ رہا ہے۔

اور یہ بھی ایک لمحہ فکریہ ہے کہ جب ہمارے پاس سواریاں ست تھیں ہمارا کام چست تھا' آج ہمارے پاس سواریاں چست ہیں' لیکن ہمارا کام ست ہے۔ کیونکہ بات سواری سے نہیں' سوار سے بنتی ہے!

☆ امامت' خطابت سے لے کر مسجد کی جھاڑ پونچھ حتیٰ کہ بیت الخلاء کی صفائی بھی آپ خود کرتے تھے۔ مسجد کی تعمیر میں معمار اور مزدور کے ساتھ شریک رہتے' ابتداء تعمیر میں جامع مسجد عثمانیہ' قینچی امرسدھو فون کر دیتے کہ میں آ رہا ہوں' مٹی ڈلوالو' درس اور ذکر سے فارغ ہو کر خود مٹی ڈالنا شروع کر دیتے۔ مسجد محمدیہ کی بھی آپ نے اسی طرح خدمت کی۔

☆ ایک مرتبہ بلال پارک تبلیغی مرکز کی مسجد میں ختم قرآن مجید کے موقع پر آپ کو دعوت دی گئی...... یہ ان بھلے وقتوں کا قصہ ہے جب سال لگائے بغیر بھی کوئی شخص عالم اور بزرگ ہو سکتا تھا!...... ختم قرآن سے فارغ ہو کر آپ چل دیئے' کچھ دیر بعد ایک صاحب کسی کام سے باہر نکلے تو دیکھا کہ بیت الخلا کا دروازہ ٹوٹا ہوا تھا۔ حضرتؒ دھوپ میں کھڑے اس کے قبضے ٹھیک کر رہے ہیں اور پسینے میں شرابور ہیں' دروازہ ٹھیک ہو گیا تو آپ روانہ ہو گئے۔

یہ ہے خالص جذبہ خدمت! اپنی مسجد کے خادم تو بہت ہوتے ہیں' صرف مسجد کا خادم کوئی کوئی ہوتا ہے!

☆ تواضع کا یہ کیسا عجیب رنگ ہے کہ ایک صاحب نے آپ سے کسی دوسرے ہم مشرب بزرگ کے بارے میں کہا: وہ تو ہر کسی کا ہدیہ قبول کر لیتے ہیں' آپ کیوں نہیں لیتے؟ فرمایا: وہ سمندر ہیں' جو کبھی ناپاک نہیں ہوتا' میں چھوٹا تالاب ہوں' جو تھوڑی سی گندگی سے بھی ناپاک ہو جاتا ہے!

☆　ایک صاحب نے بتلایا کہ میرے والد صاحب کے ساتھ دوستانہ تھا' جب بھی وہ لاہور آتے تو ملنے ضرور جاتے' ایک دفعہ گئے تو دوپہر کا وقت تھا' معلوم ہوا کہ آپ اوپر آرام کے لئے چلے گئے ہیں' ہم واپس آ گئے' دوسری مرتبہ ملاقات ہوئی تو شکوہ کیا کہ بہت دیر کے بعد ملنے آئے ہو!

والد صاحب نے کہا: ایک تو مصروفیت رہی' دوسرے ہم ایک مرتبہ آئے تھے' لیکن آپ کے آرام کا خیال کرتے ہوئے واپس چلے گئے۔

اس پر ناراض ہوئے فرمایا: آپ اپنا آرام چھوڑ کر چالیس میل دور مجھ سے ملنے آئے تو کیا میں اپنا آرام چھوڑ کر دس سیڑھیاں نیچے نہیں آ سکتا تھا!

پھر آپ نے مجھے اکرام ضیف کے ثواب سے محروم کر دیا۔

☆　آپ کے سینے میں ایک دردمند دل تھا' حضرت مولانا ظفر احمد قادری نے ایک مرتبہ آپ سے کہا: دنیا داروں کو تو ہارٹ اٹیک ہوتا ہے ہم فقیروں کو کیوں ہوتا ہے؟

فرمایا: ہمارے دل کوئی پتھر کا ٹکڑا تو ہیں نہیں' آخر ہر وقت جب لوگ اپنا دکھ درد سناتے ہیں' تو اس کا اثر تو ہوگا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا' جب کوئی شخص میرے پاس اپنا حال بیان کرتا ہے' تو مجھے اس سے دو چند فکر و تردد اور غم والم ہوتا ہے۔

سچے بزرگوں کی یہی شان ہوتی ہے!

حضرت شیخ التفسیرؒ کے خادم سید محمد حسین شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی' میں مولاناؒ کے پاس آیا' آپ ان دنوں خود بیمار تھے' زبان بند تھی' پیشاب کی بھی تکلیف تھی' لیکن میری تکلیف سے دردمند ہوئے' ٹونٹیوں کے قریب میری چارپائی بچھوادی' میں نے دیکھا' رات کو چار مرتبہ سہارا لے کر میرے پاس آئے' بول نہیں سکتے تھے' آنسو بہتے تھے اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعا کرتے تھے۔

☆　آپ کے ہاں دعا نقد ہوتی تھی' ادھر کسی نے دعا کے لئے کہا' ادھر آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔

فقیر کے خیال میں یہ حال اس شخص کا ہوتا ہے جو مقام حضوری پر فائز ہو۔

☆　شادی کے سلسلے میں میری جب ان سے ملاقات ہوئی تو کچھ پوچھا نہیں' صرف مجھے دیکھا اور کچھ عرصے بعد مجھے داماد بنالیا' شادی سے پہلے ہمارے گھر گئے نہ شادی کے بعد! مادہ پرستی کے اس دور میں صرف دین کی بنیاد پر شادی کی مثال بہت کم ملے گی۔

☆　آپ کا مسجد سے وہی تعلق تھا جو مچھلی کا پانی سے ہوتا ہے۔ اکثر اوقات بہ نیت اعتکاف مسجد میں بیٹھے رہتے' رمضان میں کئی مرتبہ موسم گرما میں بیس' تیس دن کا اعتکاف بھی کیا' مسجد میں آپ ہشاش بشاش رہتے تھے۔

نسبت طے ہونے کے بعد پہلی مرتبہ جب بھائی جان کے ساتھ گھر جانا ہوا' تو بیٹھتے ہی ہمیں گھر کے سامنے واقع نوتعمیر مسلم مسجد دکھانے لے چلے' مسجد دکھاتے ہوئے ایک گہری مسرت و بہجت کے آثار آپ کے چہرے پر نمایاں تھے۔

واپس آ کر بیٹھے تو مشکوۃ المصابیح کھول لی' فرمایا: عام طور پر لوگ اذان کے بعد صرف دعائے وسیلہ کرتے ہیں' لیکن یہ دیکھئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ پہلے مجھ پر درود پڑھو پھر میرے لئے دعائے وسیلہ کرو۔

حقیقت یہ ہے کہ اس سے پہلے روایت تو پڑھی تھی' لیکن اس جانب توجہ نہیں تھی' عمل اس تنبیہ کے بعد شروع ہوا۔ یہ کیفیت اسی شخص کی ہو سکتی ہے' جسے ہر وقت دین کی دھن لگی ہو۔

☆ ایچی سن کالج میں مجھے ملازمت کی پیشکش ہوئی' میں نے حضرتؒ سے مشورہ کیا' چارپائی پر بیٹھے بیٹھے کچھ دیر مراقبہ کیا' پھر فرمایا: بہتر ہے' پھر دعا کی۔ میں نے ملازمت اختیار کر لی' اللہ تعالیٰ نے اسے میرے لئے بہتر بنا دیا۔

☆ آپ گفتگو بہت کم کرتے تھے' آپ کی مجلس خاموش مجلس ہوتی تھی' لیکن حاضرین سکینت کی دولت سے مالا مال ہو جاتے تھے' امام عبدالوہاب شعرانیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے: من لم ینفعہ سکوتنا لم ینفعہ کلامنا"

"جسے ہمارے سکوت سے فائدہ نہیں ہوا' اسے ہمارے کلام سے فائدہ نہیں ہوگا"

☆ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "من حسن اسلام المرء ترمالا یعنیہ" "حسین مسلمان وہ ہے جو لایعنی ترک کر دے" یہ لایعنی کیا ہے؟

اس کی وضاحت شاہ مینا لکھنویؒ (۱۳۹۸......۱۴۷۹ء) کے ایک قول سے ہوتی ہے' جس کے بارے میں نواب حبیب الرحمٰن خان شیروانیؒ فرماتے ہیں کہ ان کا یہ قول تو دل میں رکھ لینے کے لائق ہے:

"ہر چہ وارے فرض و واجب وسنت ومستحب وراحت اصحاب است ہماں لایعنی است" (سفرنامہ ہند: ص ۲۱۹)

حضرتؒ کے اوقات اور مصروفیات گویا اس حدیث کی عملی شرح تھیں' فضول باتوں اور فضول کاموں سے آپ نہایت کبیدہ خاطر ہوتے تھے' اور اس کے آثار آپ کے چہرے سے نمایاں ہوتے تھے۔

☆ کھانے پینے میں آپ اتقا کے بلند مقام پر فائز تھے' بازار کا کھانا' بیکری کی چیزیں کبھی نہیں کھائیں' بوتل کبھی نہیں پی' شادی کا کھانا' میت کے گھر کا کھانا' بے نمازی کا پکایا ہوا کھانا' ختم قرآن کی دعوت نہیں کھاتے تھے' اپنے ہاں مجلس کرنے سے فارغ ہو کر خود لنگر تقسیم کرتے' دوسروں کو کھلاتے' لیکن خود نہیں کھاتے تھے' کوئی دعا یا افتتاح کے لئے بلاتا تو فرما دیتے: میرے لئے کوئی اہتمام ہرگز نہ کرنا"

مجاہدین افغانستان کے لئے امدادی سامان کا ٹرک لے کر پشاور گئے' گھر سے کھانا پکوا کر ساتھ لے لیا' راستے میں کھانا کھایا' مسجد سے پانی پیا' واپسی کے سفر میں روٹیاں سوکھ چکی تھیں' پانی میں بھگو کر نرم کر لیں' گھر کی روٹی

کھائی اور مسجد سے پانی پیا۔

مجلس ذکر یا درس قرآن مجید کے لئے جہاں بھی جاتے تھے، وہاں کسی کے گھر سے کھانا نہیں کھاتے تھے، ایک مرتبہ رمضان المبارک ماہ جون میں آیا، حسب معمول قینچی امرسدھو پہنچے، درس قرآن مجید سے فارغ ہوئے تو اذان کا وقت ہو چکا تھا، مسجد کی ٹونٹی سے پانی لیا اور روزہ افطار کیا۔

آپ مجلس ذکر میں آنے والوں کی خدمت کرتے تھے، ان سے خدمت لیتے نہیں تھے، ایک مرتبہ ایک صاحب نے گلاس میں پانی پیش فرمایا: آپ مجلس ذکر میں بیٹھتے ہیں، میں آپ سے اتنی خدمت لینا بھی گوارا نہیں کرتا۔

ایک جامعہ کی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں شریک ہوئے، چائے آئی تو پینے سے انکار کر دیا، فرمایا: مدرسے کی رقم سے ہے تو حرام، ذاتی ہے تو بھی اسراف، کہ ہم سب ابھی کھا پی کر آئے ہیں، اچھا ہوتا کہ یہ رقم مدرسے کے فنڈ میں جمع کروا دی جاتی۔

۸۶ء میں پانچ دن جیل میں رہے، ان پانچ دنوں میں صرف دو مرتبہ اجازت ملنے پر، گھر کا کھانا، آپ کو پہنچایا گیا اور وہی کھانا آپ نے کھایا۔

ایک مرتبہ کسی صاحب نے آپ سے اتنی شدت اور احتیاط کی وجہ پوچھی تو فرمایا: ''عبادت میں سرور نہیں رہتا''، سچ ہے:

بر دل سالک ہزاروں غم بود
گرز باغ دل حلالے کم بود

شیخؒ کا جملہ نقل فرماتے تھے کہ: ''نطفہ حرام اور لقمہ حرام میں کوئی فرق نہیں''

حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ غنیۃ الطالبین میں متقی، اور عارف کے مقام کی وضاحت کے بعد فرماتے ہیں:

''پس مرید کے لئے شیخ کا کھانا مباح ہے اور شیخ کے لئے مرید کا کھانا حرام ہے، کیونکہ شیخ کو دل کی صفائی اور مرتبے کی بلندی حاصل ہوتی ہے، اور وہ مقام حضوری میں ہوتا ہے'' (غنیۃ الطالبین ۲۴۹)

فرمایا: ''حدیث ہے کہ جو شخص اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ اس کا کھانا پینا کہاں سے ہے تو ایسے شخص کی اللہ تعالیٰ بھی پروا نہیں کرتا کہ دوزخ کے کس دروازے سے داخل ہوتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین ۲۴۵)

فرمایا: ''بعض ایسے آدمی بھی تھے کہ اگر ان کے سامنے مشتبہ کھانا آ جاتا تھا تو اس سے ان کو بدبو آتی تھی، اور بعض لوگ ایسے تھے کہ مشتبہ لقمہ ان سے چبایا نہیں جاتا تھا، کیونکہ وہ منہ میں ریت کی طرح ہو جاتا تھا''

''ان لوگوں کے حال پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور عنایت تھی، اور اس لئے تھی کہ انہوں نے مشتبہ کھانے سے اپنے آپ کو دور رکھنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے بھی انکی مدد کی'' (غنیۃ الطالبین: ۲۴۸)

حقیقت یہ ہے کہ کھانے پینے کے بارے میں جو کچھ غنیۃ الطالبین میں پڑھا اور شیخ لاہوریؒ کے بارے میں جو کچھ سنا حضرتؒ اس کا عملی نمونہ تھے اور سچے قادری تھے۔

☆ ختم قرآن مجید کے موقعہ پر ہار پہنانے کا رواج ہے' آپ اسے پسند نہیں فرماتے تھے' کوئی ہار ڈالنے کی کوشش کرتا تو خوش طبعی سے اسے فرماتے: ''ہار اس کے گلے میں ڈالو' جو ہارا ہو' ہم تو قرآن پڑھا کر جیتے ہیں' ہم اپنے گلے میں ہار کیوں ڈلوائیں!''

☆ آپ اپنے سفر کا شیڈول اس انداز میں مرتب کرتے تھے کہ نماز کا وقت درمیان میں نہ آئے اور اگر اس سے مفر نہ ہو تو نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جاسکے' ایک مرتبہ فرمایا:

''الحمدللہ زندگی بھر میری جماعت فوت نہیں ہوئی''

☆ آپ نے دعوت و تبلیغ کے کام میں بحث و تکرار اور جدال و نزاع کی راہ نہیں اپنائی۔ آپ کا انداز محبت و نصیحت اور تذکیر و ترغیب کا تھا۔ آپ دیوبندی مزاج اور اپنے شیخ کے طریقے کے مطابق ا[illegible]ت میں تفریق کو پسند نہیں کرتے تھے۔ آپ نے تاحیات' اپنے اہتمام و انصرام کے ساتھ' شالیمار باغ میں اہل السنۃ والجماعۃ کے تمام پیروکاروں کے ساتھ مل کر عیدین کی نماز ادا کی آپ کے اخلاص و انکسار کا نتیجہ ہے کہ آج بھی شالیمار باغ میں نماز عیدین میں بھرپور اجتماع ہوتا ہے' اور آپ کے اسی اصلاحی اور اجماعی مزاج کا ثمر تھا کہ آپ کی نماز جنازہ میں فقید المثال اجتماع ہوا' جس میں ہر مسلک کے لوگ بادیدۂ نم شریک ہوئے۔

☆ فوٹو کے بارے میں بھی آپ نہایت درجہ محتاط تھے' فوراً چہرے پر ہاتھ رکھ لیتے' ممکن ہوتا تو فلم لیکر ضائع کر دیتے

فوٹو کے بارے میں اب بھی ہمارا فتویٰ یہی ہے کہ حرام ہے۔ لیکن اب ہم اس حرام کو خود دعوت دیتے ہیں' اس کے لئے رقم ادا کرتے ہیں اور مسجدوں میں بھی اس حرام کے ارتکاب سے نہیں چوکتے۔

ایک زمانہ وہ تھا جب اس فتوے کی خلاف ورزی کرنے والے انگلیوں پر گنے جاتے تھے اب یہ دور ہے کہ اس فتوے پر عمل کرنے والے انگلیوں پر گنے جاتے ہیں۔

یہ ابتلاء عظیم ہے' اللہ معاف فرمائے۔

☆ آپ نہایت قناعت پسند تھے' خوراک نہایت سادہ' لباس معمولی اور رہائش قبر نما حجرہ' جہاں ایک مرتبہ ڈاکٹر آیا تو کہا: یہاں تو میں جھک کر آپ کو دیکھ بھی نہیں سکتا!

آپ کی دینی خدمات کی کامیابی میں ایک بڑا سبب آپ کی قناعت بھی ہے۔ کہنے والے نے خوب کہا:

حرص قانع نیست صائب ورنہ اسباب معاش
ہرچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست

☆ آپ کو گرمی دانے بہت نکلتے تھے اور شدید تکلیف ہوتی تھی' درد گردہ کی شکایت بہت پرانی تھی' لیکن آپ کسی کے سامنے تکلیف کا اظہار کرتے تھے نہ معمولات میں فرق آنے دیتے تھے' بغل کے قریب پھوڑا نکلا' تکلیف سے پہلو بدلتے تھے' لیکن معمول جاری رہا' فرماتے تھے'' مخلوق کے سامنے تکلیف کا اظہار خالق کی شکایت ہے''

☆ فرمایا: '' ایک ولی اللہ اس حد تک راضی برضا ہوتا ہے کہ اگر خدانخواستہ اس کے جسم کا کوئی حصہ کسی وجہ سے کٹ بھی جائے تو وہ یہی کہتا ہے کہ اس کا کٹ جانا ہی بہتر تھا''

☆ فرمایا: ایک عام آدمی اور ولی اللہ میں یہی فرق ہوتا ہے کہ عام آدمی اسباب پر بھروسا کرتا ہے جبکہ ولی اللہ کا اعتماد مسبب الاسباب پر ہوتا ہے۔''

☆ فرمایا:'' ہم زبان سے اپنے معاملات اور حالات اللہ کے سپرد کرتے ہیں جبکہ ہمارا عمل اس کے برعکس ہوتا ہے۔ہمیں جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے یعنی عبادت اسے ہم نے یکسر موقوف کر دیا۔اور جس چیز کا اللہ نے وعدہ فرمایا ہے یعنی رزق' اسے ہم نے اپنا مقصد حیات بنا لیا ہے' حالانکہ اس پر ہمارا کوئی اختیار نہیں۔اسی طرح دینوی معاملات' جن کے حصول سے ہم قاصر ہیں' لیکن ان کے حصول میں پوری توانائی صرف کرتے ہیں' یہ زبانی توکل کی علامت ہے۔

☆ دوران درس میں بیان کیا: گھر میں روٹی پکی تھی' روٹی کچھ سخت تھی۔بیٹی نے کہا: ابا جی! یہ آپ کے کھانے کی نہیں ہے' میں اور پکا دیتی ہوں۔ میں نے کہا: کوئی بات نہیں' دانت مضبوط ہیں۔

روٹی کھانا شروع کی' پہلا لقمہ ہی ڈالا تھا کہ دانت تراق سے ٹوٹ کر باہر آ گرا۔گویا جواب آ گیا: یہ لو دانتوں کی مضبوطی!

☆ فرمایا: انسان جب بچہ ہوتا ہے تو بھولا بھالا اور معصوم ہوتا ہے۔اس کا مرکز محبت و اعتماد صرف ایک ہوتا ہے' والدین' اسے کائنات کی ساری قوتیں والدین میں مجتمع نظر آتی ہیں۔اس کی تمام امیدوں کا سہارا بھی والدین ہوتے ہیں اور والدین بھی اسی محبت و اعتماد کی وجہ سے مقدور بھر اس کی خواہشوں کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہی بچہ جب بڑا ہوتا ہے' تو اسے اپنی قوتوں کا ادراک ہوتا ہے' اب یہ اپنے تعلقات اور مراسم پر اور اپنی عقل و تدبیر پر اعتماد کرنے لگتا ہے' یہیں سے اس کی بدبختی کا آغاز ہوتا ہے۔

اگر انسان اپنے اس دور تکلیف میں دورِ عدم تکلیف کی طرح بھولا بھالا بنا رہے اور اس ہستی کو اپنا مرکز محبت و اعتماد بنا لے جو والدین سے کہیں زیادہ مہربان ہے اور تمام خزانوں کی مالک ہے' تو کبھی ذلیل و خوار اور نامراد نہ ہو۔دیکھئے نماز کی ہر رکعت میں ہمیں یہی سبق تو پڑھایا جاتا ہے۔

"ایاک نعبدو ایاک نستعین " لیکن ہم اس پر عمل نہیں کرتے

☆ فرمایا: ٹوپی، پگڑی عزت کا نشان ہے، مسلمان قوم نے جب سے یہ اختیار خود اپنے سر سے عزت کا نشان اتارا، اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے عزت چھین لی۔

☆ ایک مرتبہ "نحن أبناء الله و احباؤه (المائدۃ:۱۸) کے درس میں فرمایا:

یہ صاحبزادگی کا زعم یہودی مرض ہے۔ جس نے انہیں عملی طور پر کھوکھلا کر دیا تھا، افسوس ہماری جماعت میں یہ یہودی بیماری تیزی سے پھیل رہی ہے۔

کیا عجب ہے کہ جو اکابر پوری زندگی 'صاحب' کے خلاف جہاد کرتے رہے آج ان کی اولاد اپنے قلم سے اپنے آپ کو صاحبزادہ لکھتی ہے۔

شیخؒ کے ارشاد کے مطابق یہ شیطان ہے، جو اولاد کو اس راہ پر لگا کر بزرگوں سے اپنے بدلے چکا رہا ہے۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے پاس ان کے ایک فرزند بیٹھے تھے، کسی صاحب نے پوچھا: شاہ جی! یہ صاحبزادہ ہے؟ فرمایا: نہیں بھائی نہیں، یہ میرا اپنا بیٹا ہے!

☆ آپ کو اپنے بزرگوں کی طرح پاکستان سے گہری محبت تھی، پاکستان کے استحکام اور ترقی کے لئے دعائیں کرتے، لوگوں کو وعظ و درس میں پاکستان کی قدر کرنے کی تلقین کرتے، سورۃ الفیل کے درس میں فرمایا کرتے تھے:

اس سورۃ میں کوئی حکم ہے نہ نہی، صرف بیان واقعہ ہے جو اپنے اندر یہ عظیم درس عبرت لئے ہوئے ہے کہ شعائر اللہ کی بے ادبی نا قابل معافی جرم ہے۔

شعائر اللہ کیا ہیں؟

کتاب اللہ، بیت اللہ، رسول اللہ، انہی کے ساتھ ملحق ہیں اہل اللہ، اور عبادۃ اللہ، مناسک اللہ، اور جس دور میں اللہ جس چیز کو اپنی قدرت کا نشان بنادے جیسے ناقۃ اللہ (الشمس:۱۳) مائدۃ اللہ (المائدہ:۱۱۴)

شعائر اللہ کے توہین کرنے والا ذلیل وخوار ہوتا ہے۔

پاکستان صرف اور صرف اللہ کے نام پر اور اللہ کی نصرت سے حاصل ہوا، بیچارگی، بے سروسامانی اور مخالفتوں کے طوفان میں اتنی عظیم مملکت کا حصول عطیہ خداوندی نہیں تو کیا ہے؟

اس لئے ممالک کی صف میں پاکستان اللہ کے نشان کی حیثیت رکھتا ہے اور شعائر اللہ میں داخل ہے۔

یاد رکھئے کہ جو اللہ کے نشان پاکستان کی توہین کرے گا، اس کے خلاف سازش کرے گا، اس سرزمین کو اس کے مقصد کے خلاف استعمال کرے گا، وہ ذلیل وخوار ہوا ہے اور آئندہ بھی ہوگا۔

☆ قرآن مجید اور ذکر الہیٰ کا چرچا آپ کی زندگی کا ہدف تھا، خود آپ کا قلب ذکر الہیٰ میں جاری رہتا تھا، دل کی دھڑکنوں سے اللہ اللہ کی صدا اٹھتی تھی، جسے ہر معانقہ کرنے والا محسوس کرتا تھا۔ زندگی کے آخری اڑھائی، تین سال،

فالج سے آپ کی قوت گویائی تو متاثر ہوئی' لیکن اہل نظر دیکھتے تھے کہ دل بدستور ذکر الٰہی میں مصروف ہے۔

☆ کبھی کبھی آپ فرماتے: اللہ کا نام پاک ہر شئی میں جلوہ گر ہے۔ اپنا دایاں ہاتھ پشت سے' بایاں ہاتھ ہتھیلی رخ سے دیکھو' "اللہ" لکھا ہوا دکھائی دے گا۔

دائیں ہتھیلی پر ۱۸' اور بائیں ہتھیلی پر ۸۱ رقم ہے' مجموعہ ۹۹ ننانوے بنتا ہے۔ جو اسماء حسنیٰ کی ماثور تعداد ہے' خوبی یہ ہے کہ جلالی اسماء ۱۸ ہیں جمالی اسماء ۸۱ ہیں۔

انسان ہاتھوں سے کام کرتا ہے تو گویا اللہ نے انسان کے ہاتھوں کی اپنے نام پاک کے مطابق صورت بنا کر اور اس کے ہاتھوں پر اپنے اسماء کی تعداد رقم فرما کر یہ تعلیم فرمایا ہے کہ تمہارے تمام کام میرے نام کے وسیلے سے پورے ہوں گے۔ "وللہ الاسماء الحسنی فادعوہ بہا" (الاعراف:۱۸۰)

کبھی فرماتے: سجدے کی حالت میں انسان اسم "محمد" (ﷺ) کی صورت پر ہوتا ہے اور سجدہ اللہ سے انتہائی قرب کی حالت ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ تمہیں اللہ کا نہایت درجہ قرب محمد ﷺ کی صورت وسیرت اپنانے سے حاصل ہو سکتا ہے۔

☆ آپ کی وفات کا قصہ بھی عجیب ہوا' لیکن اس کے لئے پہلے حضرت شاہ ولی اللہؒ کا قصہ سنیئے: شاہ صاحبؒ کے ممیرے بھائی اور برادر نسبتی شاہ محمد عاشق پھلتیؒ القول الجلی فی ذکر آثار الولی" میں لکھتے ہیں:

"شعبان ۱۱۷۴ھ میں شاہ صاحب بڈھانے میں مقیم اور حسب عادت اعتکاف اربعین میں تھے کہ بازو میں درد محسوس ہونے لگا' درد جب شدید ہو گیا تو خلوت موقوف فرما کر علاج کی طرف توجہ فرمائی' درد کے ازالے کے بعد پھر خلوت اختیار فرمالی تو درد پھر عود آیا' جو علاج سے زائل تو ہو گیا' مگر سقوط اشتہا' صلابت معدہ' سوء تنفس اور سوء القنیہ کے عوارض لاحق ہو گئے۔

مقامی اطباء کے علاج سے جب افاقہ نہیں ہوا تو دہلی سے ایک عقیدت کیش اور فاضل طبیب بڈھانے آئے اور معالجہ کا آغاز کیا' مگر عوارض میں تخفیف نہیں ہوئی تو ۸ ذی الحجہ کو دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں متعدد اطباء نے اپنی تشخیص کے مطابق تدابیر کیں مگر عوارض میں اشتداد ہی ہوتا گیا۔

ایک دن طبیعت زیادہ بگڑ گئی' اطراف سرد ہو گئے' نبض غائب ہو گئی تو معالج مایوس ہو گئے۔ اسی حالت میں ایک دن حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ عیادت کے لئے تشریف لائے اور تخلیہ کر کے ڈیڑھ گھنٹہ تک مراقبہ کیا' مرزا صاحبؒ کے رخصت ہوتے ہی حالت متغیر ہونا شروع ہوئی اور آناً فاناً موت کے آثار مترتب ہونے لگے یہاں تک کہ ظہر کے وقت ۳۰ محرم الحرام ۱۱۷۶ھ کو وصال ہو گیا" (ص ۲۵۹' ۲۶۴' بحوالہ ماہنامہ البیان' محرم' صفر ۱۴۱۱ھ کراچی)

حضرتؒ بھی فالج کے حملے سے متاثر ہو کر اڑھائی' تین سال چارپائی پر رہے' تکلیف کے باوجود صبر مجسم بنے

ہوئے تھے' طبیعت ایک ہی حالت پر چل رہی تھی' کہ ۱۳ دسمبر ۱۹۹۲ء کو حافظ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ دوپہر کے قریب عیادت کے لئے تشریف لائے' تخلیہ ہوا' کافی دیر تشریف فرما رہے' اس دوران میں دونوں قادری بزرگوں کے درمیان روحانی لائن پر کیا گفتگو ہوئی' ہم نہیں جانتے' ہم نے تو اتنا دیکھا کہ شیخ درخواستیؒ کے جانے کے بعد حالت بدلنا شروع ہوئی' رات کو حرارت بڑھ گئی اور ۱۴ دسمبر کی تاریخ شروع ہونے پر تقریباً تہجد کے وقت آپ نے آخری سانس لئے اور یوں قافلہ ولی اللہی کا ایک عظیم فرد ولی اللہی انداز میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون۔

ہمارے بعد بہت روئے ہم کو اہل وفا
کہ ہمارے مٹنے سے مہرو وفا کا نام مٹا

☆ آپ کی وفات کے بعد میرا ارادہ تھا کہ آپ کے حالات زندگی قلمبند کروں گا' کچھ مواد بھی فراہم ہو گیا کہ ۱۷ اگست ۱۹۹۷ء کی شب میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صاحب نے ایک صاف ستھرے لوح پر لکھا:

''ہمارے حضرت وصی المشائخ ہیں''

خیال رہے کہ سونے سے پہلے یہ بات ذہن میں تھی اور نہ ہی میں نے یہ لقب کہیں پڑھا تھا' بہر حال اس شخص نے یہ لکھا تو حضرتؒ نے ایک جلالی کیفیت سے لوح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''کیا میں نے تمہیں یہ کام کہا تھا''

آج حضرت مولانا محمد اسحاق قادریؒ ہی نہیں تمام اکابرؒ کی ارواح ہم سے یہ سوال کر رہی ہیں:

کیا ہم نے تمہیں یہی کام کہے تھے' جو تم کر رہے ہو!　　　وما علینا البلاغ المبین۔

مراجع

(۱) تحدیث نعمت' مولانا محمد منظور نعمانیؒ' کتب خانہ الفرقان لکھنو

(۲) سفر نامہ ہند' پروفیسر محمد اسلم' ریاض برادرز لاہور　　(۳) غنیۃ الطالبین' شیخ عبدالقادر جیلانیؒ' مکتبہ رحمانیہ لاہور

(۴) ماہنامہ البیان' محرم' صفر ۱۴۱۱ھ اگست ۱۹۹۰ء کراچی

(نوٹ) گزشتہ شمارہ نومبر ۲۰۰۳ء کے صفحہ ۲۹ کی آخری سطر میں کتابت کی ایک غلطی ہوئی ہے۔ جسے قارئین الحق درست فرمائیں۔

مسئلہ: قرآن شریف میں دیکھ کر تراویح پڑھانا یا دیکھ کر تراویح میں قرآن کریم سننا اور قاری کو فتح دینا دونوں مفسدات نماز میں سے ہیں۔

قاری سعید الرحمٰن *

مدارس کا نظام' افادیت اور برکات

برصغیر میں انگریز کی آمد اور تجارت کے نام پر مکارانہ اور جارحانہ قبضہ سے قبل مسلمانوں کا اپنا نظام تعلیم تھا۔ اس نظام سے مسلمانوں کی دینی و دنیوی ضروریات پوری ہوتیں۔ انگریز نے اپنا نظام تعلیم مسلط کر کے مسلمانوں کو اپنے ماضی' تاریخ اقدار' اور دین و مذہب سے دور رکھنے کی منظّم کوشش کی' اور وہ ایک حد تک اس میں کامیاب رہا۔ مسلمانوں نے انگریز کی اس تعلیمی سفا کی اور جارحانہ اقدامات سے مجبور ہو کر' اور اپنے متاع دین کی حفاظت کے لئے دینی مدارس کا ایک نظام مرتب کیا۔ جو تقریباً ایک سو چالیس سال سے مسلسل کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے' جس کا آغاز دارالعلوم دیوبند پھر مظاہر علوم سہارنپور' شاہی مدرسہ مراد آباد' جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اور ندوۃ العلماء لکھنو سے ہوا۔ اور پاکستان بننے کے بعد اس کی شاخیں ہزاروں کی تعداد میں ملک بھر میں پھیلیں۔ انگریزی سکولوں میں وہی لارڈ میکالے کا نظام تعلیم جاری ہے۔ جو برطانیہ اور مغربی ممالک میں معمولی تبدیلیوں کے ساتھ چل رہا ہے۔ ان انگریزی اداروں میں ان سب اصولوں کو اپنانے کی کوشش کی جاتی ہے جو سامراجی طاقت انگریز نے بنائے تھے۔ یہاں تک کہ تعطیلات کا نظام' تفریح اور سال کے دوران موسمی چھٹیاں یہ سب سامراجی نقطہ نگاہ کے مطابق ہوتی ہیں' انگریز اگر کرسمس کی چھٹی کرتا ہے تو یہ ان کا مذہبی تہوار ہے۔ تو ہم بھی ان کی پیروی میں بڑا دن اور کرسمس کے نام پر چھٹی کرتے ہیں۔ جو کچھ پڑھایا جاتا ہے وہ تو ہے ہی ان کی نقل۔ باقی معاملات داخلہ' تعطیل اور نظام سب انگریز کے بتائے ہوئے قانون کے مطابق ہم اس پر عمل پیرا ہیں۔ اب تو خیر سے لباس اور یونیفارم کے بارے میں بھی ہم نے طوق غلامی کے ہر اصول کو اپنایا ہوا ہے۔ ''ٹائی'' جو عیسائی لباس کا ایک مذہبی نشان تھا۔ مسلسل پہنتے پہنتے اب انگریز بھی اس بے فائدہ چیز سے عاجز آچکے ہیں اور آہستہ آہستہ اس کو ترک کر رہے ہیں۔ لیکن ہم نے ایک نئے عزم کے ساتھ سرکاری سکولوں کے علاوہ پرائیویٹ سکولوں میں بھی چھوٹے چھوٹے اور معصوم بچوں سے لے کر بڑے بچوں تک کو ٹائی پہنانی شروع کر دی ہے۔ وہ دیہاتی علاقے جہاں ابھی مشرقی تہذیب اور اپنے مذہب و تمدن کے اثرات کسی نہ کسی حد تک باقی ہیں وہاں بھی سخت گرم موسم میں معصوم بچوں کے گلوں میں عیسائی تہذیب کی نشانی ''ٹائی'' نظر آ رہی ہے اور مشرقی لباس شلوار کی بجائے پینٹ پہنا

* جامعہ اسلامیہ' راولپنڈی صدر

دی گئی۔ سادہ لوح والدین سمجھتے ہونگے کہ انگریزی لباس پہنانے سے بچوں کی تعلیمی قابلیت دوبالا ہو جائے گی۔ ہماری یہ حرکات مرعوبیت کا نتیجہ ہیں۔ ہم اپنا سب کچھ چھوڑ کر غیروں کی غلامی میں فخر سمجھتے ہیں۔ کیا کسی مغربی ملک کے کسی سکول میں اپنے تہذیبی لباس کے علاوہ کسی مشرقی ملک کا لباس پہنایا جاتا ہے۔ وہاں تو مسلمان بچیوں کو سکولوں میں سکارف پہننے کی بھی اجازت نہیں۔ ترکی بیچارے مرعوب ملک کا حال تو معلوم ہے کہ قومی اسمبلی کی ایک ممبر خاتون کو سکارف پہننے کے ''جرم'' میں نہ صرف قومی اسمبلی کی ممبری بلکہ ترکی قومیت اور نیشنلٹی سے بھی ہاتھ دھونے پڑے۔ ہم بھی اسی راستہ پر گامزن ہیں' اور آہستہ آہستہ اپنی تہذیب وکلچر کی بساط لپیٹتے جارہے ہیں۔ صوبہ سرحد میں مجلس عمل کی حکومت نے سکولوں میں قومی لباس کی حوصلہ افزائی کی تو بڑے بڑے دانشوروں نے اس پر پھبتیاں کسیں اور اس اقدام کو رجعت پسندی قرار دیا۔ گویا ہمیں اپنی تہذیب اور اقدار سے کوئی سروکار نہیں۔ اس گئے گزرے دور میں اور اس قدر بین الاقوامی اور ملکی دباؤ کے باوجود دینی مدارس نے اپنے تہذیب وتمدن اور ملی تشخص کو برقرار رکھا ہے۔ اور یہی ان کے بقاء کے ضامن ہے۔ مدارس کا نظام الاوقات' تدریس وتعلیم کے ایام' تعطیلات اور رخصتیں سب کا تعلق اسلامی اور قمری مہینوں سے ہے' جس کا ذکر سورۂ بقرہ کی آیت ۱۸۹ میں ہے' ان ہی قمری مہینوں کے ساتھ اسلامی احکام حج' رمضان' عیدین' زکوٰۃ اور عدت وغیرہ کا تعلق ہے' اسی لئے مفسرین نے فرمایا ہے کہ چونکہ شرعی امور کا دارومدار قمری حساب پر ہے' اس لئے اس کا محفوظ رکھنا فرض کفایہ ہے' آج صورتحال یہ ہے کہ سکول کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو جنوری' فروری کے مہینے تو یاد ہوں گے لیکن اسلامی مہینوں میں ایک کا بھی نام معلوم نہ ہوگا۔ رمضان المبارک کا مہینہ برکتوں اور رحمتوں والا مہینہ ہے اس ماہ کی عبادات کا اثر اور برکات پورے سال پر حاوی ہوتی ہیں۔ رمضان کی برکات سے مالا مال ہونے کے بعد اس سے اگلے ماہ شوال میں دینی مدارس کے تعلیمی سال کا آغاز ہوتا ہے کہ رمضان کی برکتوں سے قلب ودماغ روشن ہوتے ہیں۔ اور ایک نئے روحانی جذبہ سے مدارس کے طلبہ علوم دینیہ کے حصول میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ مدارس میں کوئی ''ڈے'' وغیرہ نہیں منایا جاتا۔ بلکہ ان ''ڈیز'' میں مزید تعلیمی مشغولیتوں سے مصروفیت رکھی جاتی ہے۔ صرف عیدالاضحیٰ کے موقع پر چھٹی ہوتی ہے کہ شریعت نے اس کی طرف رہنمائی کی ہے۔ یہاں سرکاری سکولوں کی طرح چھ ماہ پڑھائی اور چھ ماہ چھٹی نہیں ہوتی۔ مسلسل نو دس ماہ پڑھائی ہوتی ہے۔ تعلیمی سال کا آخری مہینہ رجب کا ہوتا ہے۔ جو ان چار مہینوں میں سے ہے جن کو اشہر حرم (یعنی چار مقدس مہینے) کہا جاتا ہے مدارس میں ہفتہ وار چھٹی جمعہ کو ہوتی ہے' اس کا رواج حضرت عمرؓ کے زمانے سے ہے۔ منقول ہے کہ جب حضرت عمرؓ ملک شام کے سفر سے مہینوں کے بعد مدینہ سے واپس ہوئے تو اہل مدینہ اور ان کے ساتھ چھوٹے چھوٹے بچے استقبال کے لئے شہر سے باہر نکلے۔ یہ جمعرات کا دن تھا۔ سب نے مدینہ کے باہر حضرت عمرؓ کے ساتھ رات بسر کی اور جمعہ کو شہر میں آئے۔ چونکہ سب تھکے ماندے تھے۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے آرام کرنے کے لئے جمعہ کو رخصت دے دی۔ اس وقت سے اس تعطیل کا رواج ہوا۔ ایوب بن

حسن رافعی کا بیان ہے کہ ہم لوگ ہر جمعہ کو مدینہ کے مکتب کے لڑکوں کے ساتھ باہر نکلتے ۔ اور احد کے قریب معصب بن زبیر کے مدرسہ کے لڑکوں کو دیکھتے کہ عربی گھوڑوں پر شہسواری کرتے ۔ ابن مجاہد مقری بچوں کو تعلیم دیتے تھے' انہوں نے ایک بھاری بھرکم آدمی کو دیکھ کر کہا" هو اثقل من يوم السبت على الصبيان "کہ بچوں پر سنیچر کا دن جس قدر بھاری اور گراں گزرتا ہے یہ شخص اس سے بھی زیادہ ثقیل ہے ۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن مکاتب و مدارس میں تعطیل ہوتی تھی اور بچوں کو سنیچر کے دن مکتب جانا گراں معلوم ہوتا تھا ۔ گویا مدارس نے ان معاملات میں بھی اسلاف سے اپنا تعلق جوڑے رکھا ہوا ہے ۔ مدارس کے تعلیمی سال کے آخر میں پورے ملک میں روح پرور تقاریب ہوتی ہیں ۔ بڑے مدارس و جامعات میں ''ختم بخاری شریف'' کے عنوان سے محافل منعقد ہوتی ہیں ۔ ان مجالس میں طلبہ و علماء کے ساتھ عام دیندار طبقہ بھی شریک ہوتا ہے ۔ اس موقع پر بڑے بڑے محدث' علماء اور دانشور اپنے اپنے انداز میں عوام اور طلبہ کو قرآن و حدیث کے بارے میں معلومات فراہم کرتے ہیں ۔ یہ محافل ومجالس بیک وقت خواص و عوام سب کیلئے یکساں مفید ہوتے ہیں ۔ بخاری شریف کی آخری حدیث کے درس میں فرق باطلہ کی تردید' آخرت کی طرف رجوع' ذکر اللہ کی اہمیت' قرآنی مباحث' عدل اور ظلم کی تاریخ اور صحابہ کرامؓ کی دینی خدمات کے تذکرے تفصیل سے ہوتے ہیں ۔ یہی حال مشکوۃ شریف کے آخری حدیث کے درس کا ہوتا ہے ۔ اس موقع پر طلبہ کو آنے والے مستقبل کے چیلنجوں کے بارے میں بھی آگاہ کیا جاتا ہے ۔ اور اس کے لئے مکمل تیاری کی تلقین کی جاتی ہے ۔ عوام کے لئے یہ تقریبات اس لئے بھی اہم ہیں کہ مدارس صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور عام دیندار مسلمانوں کے مالی تعاون سے چلتے ہیں ۔ مسلمان اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ وہ جو مالی تعاون مدارس سے کر رہا ہے اس کے بہترین نتائج اس کے سامنے ہیں ۔ دینی مدارس نے ان سب دلکش ترغیبات کو مسترد کر دیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ مسلمانوں کے غیرت ایمانی سے یہ مدارس اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں ۔ سورۃ بقرہ کی آیت ۲۷۳ میں ارشاد ہے

''صدقات کا اصل حق ان حاجتمندوں کو ہے جو اللہ کی راہ میں رکے ہوئے ہیں ۔ وہ لوگ ملک میں چل پھر نہیں سکتے ۔ ناواقف ان کو مالدار سمجھتے ہیں ۔ ان کے سوال سے بچنے کے سبب تم ان کو ان کے چہرہ سے پہچانتے ہو' وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے ۔ اور جو مال خرچ کرو گے بیشک وہ اللہ کو معلوم ہے''

اس آیت کی تفسیر میں حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا ہے کہ اس آیت کے مصداق سب سے زیادہ وہ حضرات (طلباء) ہیں جو علوم دینیہ کی اشاعت میں مشغول ہیں ۔ اس بناء پر سب سے اچھا مصرف طالب علم ٹھہرے اور ان پر جو بعض ناتجربہ کاروں کا یہ طعن ہے کہ ان سے کمایا نہیں جاتا اس کا جواب قرآن میں دے دیا گیا ۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص ایسے دو کام نہیں کر سکتا جن میں سے ایک میں یا دونوں میں پوری مشغولیت کی ضرورت ہو ۔ اور جس کو علم دین کا کچھ ذوق ہوگا وہ مشاہدہ سے سمجھ سکتا ہے کہ اس میں پوری (بقیہ صفحہ نمبر ۵۶ پر)

نقش خیال

جناب عرفان صدیقی*

اک اور زخم

دس بارہ سال پہلے کا ذکر ہے کہ پشاور جاتے ہوئے اکوڑہ خٹک مولانا سمیع الحق کے دارالعلوم میں رک گیا۔ جہاد افغانستان کا مرحلہ تمام ہو چکا تھا اور روس کو شکست سے دوچار کر دینے والے مجاہدین اپنا لہو گرم رکھنے کے لئے اب ایک دوسرے کو نشانہ بنا رہے تھا۔ اکوڑہ کا دارالعلوم روشن تاریخ کا حامل ہے۔ وہاں جا کر مولانا کی میزبانی کے ساتھ ساتھ بے بہا روحانی آسودگی کی دولت بھی ملتی ہے۔ ایک عام سے احاطے میں عظیم عالم دین شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ مرحوم و مغفور کی قبر پر فاتحہ خوانی کے بعد مولانا سمیع الحق مجھے ان غیر ملکی طلبا سے ملوانے لے گئے جو روس کے شکنجے سے آزاد ہونے والی وسط ایشیائی مسلم ریاستوں سے آئے تھے۔ پھر انہوں نے مجھے بوسنیا کے بچوں سے ملوایا۔ یورپ کا رنگ روپ رکھنے والے معصوم بچوں کو ململ کی سفید ٹوپیاں پہنے قرآن کریم کی تلاوت کرتے دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ یوں لگتا تھا جیسے اجلے نورانی پروں والے پرندے قطار اندر قطار بیٹھے ہوں۔ میرے دیکھتے دیکھتے دارالعلوم اکوڑہ خٹک کا وسیع و عریض دالان ایک نیلگوں جھیل کی شکل اختیار کر گیا۔ اس جھیل سے اپنی پیاس بجھائے پرندوں کی ڈاریں مجھے بہت اچھی لگیں۔ میں نے سوچا کہ ہمارے دینی مدارس عالم اسلام کی نظریاتی وحدت کی روشن علامتیں ہیں۔ جن کے کمروں حجروں، برآمدوں اور دالانوں میں ہر خطے سے آئے ہوئے نوجوان اسلامی اخوت کے سفیروں کے طور پر تربیت پا رہے ہیں۔ جغرافیے کی لکیروں اور شرق و غرب کی زنجیروں کو توڑ کر مختلف زبانیں بولنے والے یہ نونہال یہاں سے فارغ التحصیل ہو کر جہاں جہاں بھی جائیں گے پاکستان کی خوشبو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ دس بارہ سال پہلے اکوڑہ خٹک میں زیر تعلیم وہ بچے اب بھرپور جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکے ہوں گے۔ یقیناً ان میں سے کچھ نہ کچھ اپنے معاشروں میں دین حق کی شمع جلائے اسلامی تعلیمات کے فروغ کیلئے مصروف کار ہوں گے۔ جب کبھی پاکستان کا ذکر آتا ہوگا، ان کے دل و دماغ میں محبت کے دو چار شگوفے ضرور پھوٹتے ہونگے اور انکے چہروں پر اپنائیت کی مانوس شفق کھل جاتی ہوگی۔

اور آج ایک زہرناک خبر پڑھ کر یوں لگا جیسے کوئی مجھے صحرا کی دہکتی ریت پر اگی لمبے کانٹوں والی جھاڑیوں میں گھسیٹ رہا ہو۔ خبر یہ ہے کہ پاکستان میں غیر ملکی طلباء کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کی وجہ سے تیس اسلامی ممالک اور کئی غیر مسلم ملکوں کے مسلم گھرانوں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ دینی تعلیم کے لئے اپنے بچوں کو پاکستان کے بجائے بھارت

* سینئر کالم نگار روزنامہ ''نوائے وقت''

بھجیں گے۔ افغانستان' بنگلہ دیش' انڈونیشیا' ملائشیا' مالدیپ' سعودی عرب اور مصر سمیت متعدد اسلامی ممالک کا خیال ہے کہ پاکستان کے دینی مدارس میں ان کے بچوں کو تحفظ حاصل نہیں رہا۔'' دینی مدارس کے طلباء کی بین الاقوامی تنظیم' کے ایک اعلیٰ عہدیدار نے بتایا ہے کہ پچھلے دو سالوں میں پاکستان کے دینی مدارس میں زیر تعلیم غیر ملکی طلباء کو ناروا سلوک کا نشانہ بنایا گیا اور زبردست خوف و ہراس میں مبتلا رکھا گیا۔ خاص طور پر سعودی عرب' سوڈان' مصر اور انڈونیشیا کے طلبا کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

ایک اور خبر یہ ہے کہ حکومت دینی مدارس کے کنٹرول اور نگرانی کے لئے ایک بل اسمبلی میں پیش کرنے والی ہے ادھر وزارت تعلیم کے دانشکدے اپنے طور پر مصروف ہیں کہ ہر سطح کے تعلیمی نصاب کو کس طرح مشرف بہ بش کیا جائے۔ جانچ پرکھ ہو رہی ہے کہ قرآن کریم کی کون کون سی روشن آیات اور حضور ختمی مرتبتؐ کی کون کون سی احادیث مبارکہ کو درسی کتب سے دور رکھا جائے۔ محدب عدسے لگا کر دیکھا جا رہا ہے کہ اللہ اور رسولؐ کی تعلیمات مقدسہ کا کون سا پہلو جہاد کی تلقین کرتا' اہل حرم کی اسلامی حمیت کو مہمیز لگاتا۔ باطل قوتوں کے سامنے گردن جھکانے کے بجائے جان سے گزر جانے کا درس دیتا' حق و باطل کے معرکوں میں سچ کا ساتھ دینے کا سبق سکھتا اور ذلت آمیز مصلحت کیشی کے بجائے شہادت گاہ الفت میں قدم رکھنے کا عزم عطا کرتا ہے۔ یہ سب کچھ ہونا ہی تھا' کسی راہ پر بگٹٹ دوڑتے ہوئے اچانک تیز موڑ کاٹا جائے تو صرف پاؤں اور ٹانگوں کو ہی جھٹکا نہیں لگتا اور محض رخ ہی تبدیل نہیں ہوتا' جسم کا ایک ایک جوڑ ہل جاتا ہے اور سارے اعصاب چرڑ مرڑ ہو کر رہ جاتے ہیں۔ 11 ستمبر کی شب کھائی جانے والی قلابازی نے چند لمحوں کے اندر اندر ہمارا سارا توازن درہم برہم کر دیا۔ اب تو یہ کوئی راز نہیں رہا کہ ہمارے فیصلے کی بنیاد صرف ''خوف'' تھی۔ وزارت خارجہ کے سیکرٹری فرما چکے ہیں کہ ''ہم ایسا نہ کرتے تو امریکہ بھارت کے ذریعے ہمارا وہی حشر کر دیتا جو اس نے شمالی اتحاد کے ذریعے طالبان کا کیا'' اس تاویل کے بعد کسی بحث کی ضرورت نہیں رہتی۔ جب خوف کو ہی اپنی پالیسیوں کا محرک و جواز بنا لیا جائے تو دلیل بے کار ہوتی ہے لیکن کسے گمان تھا کہ ایک سیاہ بخت فیصلہ ہمیں بے آبروئی کی ایسی پستیوں میں دھکیل دے گا۔

جارج بش نے بطور خاص محترمہ زبیدہ جلال کو کیوں خراج تحسین پیش کیا تھا؟ کچھ عرصے سے حکومت کی ساری عنایات بلند نام اور عالی مقام اداروں کے لئے وقف ہو کر رہ گئی ہیں۔ صدر پرویز مشرف حال ہی میں ایک کیڈٹ کالج تشریف لے گئے اور اس کے لئے ایک کروڑ روپے کی خصوصی گرانٹ کا اعلان کیا۔ دینی مدارس کے لئے حکومت کی تجوری میں چند سکے بھی نہیں۔ گلی گلی' محلے محلے کھلنے والے وہ سکول ہر قدغن سے پاک اور ہر پابندی سے آزاد ہیں جو لادین مغربی سوچ کے بیج بوتے اور من مانے بھتے وصول کرتے ہیں۔ سارے آزار ان دینی مدارس کیلئے ہیں جو کسمپرسی اور بیچارگی کے عالم میں اللہ اور رسولؐ کے دین کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہیں۔ انہیں مزید بے بس و لاچار کرنے

کے لئے قانون لائے جارہے ہیں۔ان کے حلقہ ہائے درس میں شرکت کو ایسا جرم بنایا جارہا ہے کہ عالم اسلام سے آنے والے اب بھارت کو پاکستان پر ترجیح دینے لگے ہیں۔

اب فرشتوں جیسے اجلے پروں والے پرندے جب اپنی پیاس بجھانے مصفی پانیوں کی نیلگوں جھیلوں کی تلاش میں نکلیں گے تو اکوڑہ خٹک' پنج پیر' ڈیرہ اسماعیل خان' ملتان' لاہور' کراچی اور پشاور کا رخ کرنے کے بجائے دہلی' سہارنپور' اعظم گڑھ' دیوبند' بریلی' بمبئی اور مدارس کو پرواز کریں گے۔ ہمارے دالان نگر نگر خوشبو بکھیرنے والے ننھے سفیروں سے خالی ہو جائیں گے۔

تاریخ کا بے لاگ منصب جب کبھی ہمارے ''جہاد اکبر'' کے ثمرات کا جائزہ لینے کے لئے' میزان عدل لے کر بیٹھے گا تو ہم اپنی زخم زخم روح اور لا حاصلی کے اندھے سفر کا حساب کس سے مانگیں گے؟ کیا ہماری جھیلوں سے روٹھ جانے والے نورانی پرندے اب کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے؟ کیا غاروں سے آکسیجن چوس لینے والا عفریت ہماری مقدس جھیلوں کا پانی بھی خشک کردے گا؟ کیا عالم اسلام کی بستیاں اب بھارت کے سفیروں سے بھر جائیں گی؟

(بشکریہ 'نوائے وقت' راولپنڈی ۸ نومبر ۲۰۰۳

بقیہ: صفحہ ۵۳ سے (مدارس کا نظام' افادیت اور برکات)

طرح منہمک اور مشغول رہنے کی ضرورت ہے۔اس لئے اس کے ساتھ مال کمانے کا شغل جمع نہیں ہوسکتا اور اسکے کرنے سے علم دین کی خدمت' ناتمام اور غیر مکمل رہ جاتی ہے۔

ملک میں ہزاروں چھوٹے مدارس حفظ و تجوید کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔اور ہزاروں حفاظ وقراء ہر سال قرآن کریم کے معجزانہ حفاظت میں مصروف عمل ہیں۔یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ معاشرہ کے ہر طبقہ میں جن میں بڑے بڑے سول وفوجی افسران' کارخانہ دار' اور سرمایہ دار اپنے بچوں کو حفظ قرآن کے لئے مدارس میں داخل کررہے ہیں۔اور آخرت میں اپنی عزت وافتخار اور شفاعت وسفارش کا ذریعہ بنارہے ہیں۔مدارس دینیہ کا اس مضبوط اور کڑا انتظام ہے کہ صرف ''وفاق المدارس'' کے اس سال کے سالانہ امتحانات میں سوا لاکھ سے زیادہ طلبہ شریک ہورہے ہیں اور تیرہ لاکھ طلباء کے تعلیم کا انتظام اور دیگر اخراجات اپنے ذمہ لئے ہوئے ہیں۔

امتحانات کا ایسا بہترین نظام ہے کہ پورے ملک میں بیک وقت یہ سسٹم جاری رہتا ہے۔جو دھاندلیاں کاری امتحانات میں ہوئی ہیں اس کا تصور بھی یہاں نہیں کیا جاسکتا۔اللہ تعالیٰ مدارس کے اس نظام کو بین الاقوامی اور ملکی ۔شوں سے محفوظ فرمائے۔اور ہم سب کو اخلاص سے دین اور علم دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔(امین)

ادارہ

افکار و تاثرات

برادرِ محترم مولانا راشد الحق حقانی سمیع صاحب۔

السلام علیکم! مزاج شریف۔ سفرِ عمرہ مبارک ہو آپ واپس ہوں گے تو

ع پاؤں پڑیں گے میرے تحریر کے ٹکڑے ماہنامہ الحق نومبر کا ادارتی کالم مبارک ہو ''عراق وافغانستان، امریکہ کے قبرستان'' سے ہم گنہگاروں کو بھی تسلی، اطمینان خاطر اور نور امید حاصل ہوا۔ جزاک اللہ کے چشم باز کر دی۔ نیز تبصرہ کا کام خود شروع کرنے اور وقت دینے پر ہدیہ تبریک قبول فرمایئے۔ پھر ''واقعاتِ حیرت انگیز امام ابوحنیفہ'' پر جاندار، جامع اور شاندار تبصرہ و تعارف پر دلی شکریہ۔ تبصرے کے کالم میں بھی اندازِ تحریر میں حضرت والد گرامی کا رنگ چھلکتا ہے۔ الولد سر لابیہ۔

والسلام

(مولانا) عبدالقیوم حقانی۔ مدیر ماہنامہ

''القاسم''، مہتمم جامعہ ابوہریرہ نوشہرہ

محترم مدیر ماہنامہ ''الحق'' السلام علیکم! عالم اسلام کی صورتحال کے پیش نظر اور افغانستان، عراق، کشمیر و فلسطین کے حالات اور جسد مسلمین پر لگنے والے استعماری زخموں سے رستے ہوئے خون کو دیکھ کر دل اگرچہ افسردہ ہے اور عید کی خوشیاں مناتے یا اس پر دوستوں کو عید مبارک دیتے شرم محسوس تو ہوتی ہے لیکن رونے و کف افسوس ملنے سے بھی کبھی مسائل حل ہوئے ہیں؟ پھر مایوسی بھی تو منع ہے۔ ایک حوصلہ اور ڈھارس آپ جیسے قابل احترام اور علمی درد رکھنے والے علماء کا امت میں وجود ہے اور اس کو محسوس کر کے کہا جاسکتا ہے کہ شاید قدرت ابھی ہم سے اتنی ناراض نہیں ہوئی کہ ہمیشہ کیلئے ہمارا وجود گوارا نہ رہے۔ بازیابی کا شاید ابھی امکان باقی ہے آپ کے ''الحق'' میں اداریے اور علمی درد سے لبریز تحریریں دیکھ کر دل کو حوصلہ آجاتا ہے۔ عقیدتوں محبتوں اور احترام کے بے پناہ جذبات کے ساتھ جناب والا اور دارالعلوم کے جملہ احباب اور قارئین ''الحق'' کی خدمت میں بہت بہت عید مبارک ہو۔ عالم اسلام کے استحکام اس کے مسائل کے حل اور اسلامی تعلیمات کے فروغ و ابلاغ کیلئے آپکی اور دارالعلوم کی گرانقدر خدمات خراج تحسین کی مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے وجود کو مزید نافع بنائے۔ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی خدمت میں دست بستہ سلام نیاز پیش فرمادیں۔ فقط والسلام مع الاحترام ...... نذر حیات خان ضلع خوشاب

مکرمی جناب! السلام علیکم: مزاج گرامی

ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک کے شمارہ ماہ رمضان ۱۴۲۴ھ مطابق نومبر ۲۰۰۳ء میں ڈاکٹر محمود الحسن عارف کا مضمون سید انور حسین المعروف نفیس رقم نظر سے گزرا۔ مضمون میں ''نفیس رقم'' صاحب کے اجداد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ آپ کا تعلق شاہ محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے ہے اور یہ بتلایا گیا کہ حضرت شاہ محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ گلبرگہ میں مدفون ہیں جو دہلی سے ۴۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ میں نے اس کی نشاندہی ضروری سمجھی کہ گلبرگہ کے محل وقوع کے متعلق بیان صحت پر مبنی نہیں ہے اور شاید سہواً یا کسی غلط فہمی کی بنا پر درج کیا گیا ہے' حقیقت یہ ہے کہ شہر گلبرگہ جنوبی ہند میں سابق ریاست حیدآباد دکن میں شہر حیدرآباد سے تقریباً 120 میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ گلبرگہ ریاست کا صوبائی صدر مقام بھی رہا ہے' یہاں ہر سال حضرت شاہ محمد بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کا عرس ۱۶ ذیقعدہ کو منعقد ہوتا ہے اور ریاست میں عام طور پر قمری سال کے گیارھویں مہینہ کو ذیقعد کی بجائے بندہ نواز کا مہینہ ہی کہا جاتا ہے۔ محض معلومات اور ڈاکٹر صاحب کے مضمون کی تصحیح کی خاطر چند سطور آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔

نیاز مند...... محمد رفیع الدین

بقیہ صفحہ ۶۳ سے (تبصرہ کتب)

(۵) صحیفہ عمرو بن حزم۔ حضرت عمرؓ بن حزم کو جب حضورؐ نے نجران کا حاکم بنا کر بھیجا تو ایک صحیفہ آپ کو حوالہ کیا جو آپؐ کی احادیث پر مشتمل تھا اور اسے ابی بن کعب نے لکھا تھا۔ اس میں طہارۃ صلوۃ زکوۃ حج وعمرہ اور جہاد کے متعلق احادیث درج تھیں۔

(۶) صحیفہ عبداللہ بن مسعودؓ علامہ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب جامع بیان العلم وفضلہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن مسعود نے ایک کتاب نکالی اور فرمایا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ عبداللہ بن مسعودؓ کی لکھی ہوئی ہے۔

اسی طرح صحیفہ جابر بن عبداللہ صحیفہ سمرہ بن جندب صحیفہ بن عبادہ اور صحف ابی ہریرۃؓ (ملخصاً از درس ترمذی وارشاد القاری)۔

زیر نظر کتاب صحیفہ ھمام ابن منبہ وہی مشہور مجموعہ احادیث ہے اور اب مولانا مفتی احتشام الحق صاحب آسیا آبادی نے اس پر تحقیق کی ہے اور اس کی احادیث کی تخریج کر کے اس کو امت کے سامنے پیش کیا ہے۔ ابتدائی مقدمہ میں اس صحیفہ کے متعلق انتہائی قیمتی معلومات ہیں اور آخر میں فہارس الاحادیث علی حروف المعجم اور ثبت المصادر والمراجع کا اشاریہ دیا گیا ہے۔ مولانا آسیا آبادی اور ان کا ادارہ قابل صد مبارکباد ہے جنہوں نے یہ علمی خزینہ مرتب اور محقق فرما کر وقت کی اہم علمی ضرورت پوری کردی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا آغاز: الحمدللہ ۲۲ شوال ۱۴۲۴ھ بمطابق ۱۷ دسمبر ۲۰۰۳ بروز بدھ کو دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا آغاز ہوا۔ تمام طلباء کرام ایوان شریعت کے وسیع وعریض ہال میں جمع تھے۔ پہلے قرآن خوانی کی گئی پھر اس کے بعد حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے درس حدیث ترمذی سے باقاعدہ آغاز کیا۔ اس موقع پر آپ نے طلباء سے فضیلت علم، علماء کی ذمہ داریاں اور پابندی اوقات اور موجودہ نئے حالات میں دینی مدارس اور علماء و طلباء کو نئے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لئے بھرپور علمی تیاریوں کے بارے میں نصیحت آموز اور سیر حاصل خطاب فرمایا۔ پھر نائب مہتمم حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ نے مختصر اور جامع خطاب فرمایا۔ اور دارالعلوم کے قواعد وضوابط پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور طلباء کو اس پر عمل درآمد کی تلقین کی۔ آخر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سید ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب نے اختتامی دعا فرمائی۔

دارالعلوم میں درجہ رابعہ تک اردو زبان میں اسباق کا اجراء: جامعہ حقانیہ کے نئے تعلیمی سال کے اسباق کے افتتاح سے قبل حسب معمول شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مہتمم جامعہ کی صدارت میں ادارہ تمام شیوخ وعظام اساتذہ کرام نے بھرپور شرکت کی۔ میٹنگ شام چھ بجے سے شروع ہوکر رات گیارہ بجے تک جاری رہی۔ جس میں داخلہ جات سے قبل اساتذہ کی ذیلی کمیٹی جو کہ حضرت مولانا انوارالحق نائب مہتمم کی سربراہی میں بنائی۔ شفارسات وتجاویز کو تفصیل سے پیش کیا گیا۔ ہر تجویز پر سیر حاصل بحث کے بعد کئی انقلابی نوعیت کے اہم فیصلے کئے گئے اور خصوصاً تعلیمی شعبے میں مزید نکھار پیدا کرنے کیلئے کئی اہم تبدیلیاں عمل میں لائیں گئی۔ اسی اجلاس میں ایک بہت ہی اہم اور ایک دیرینہ تجویز کو بھی اکثریت سے منظور کیا گیا کہ موجودہ تعلیمی سال میں درجہ رابعہ تک اردو زبان میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا جائیگا۔ کیونکہ ہر سال پاکستان اور دیگر ممالک سے سینکڑوں طلباء دارالعلوم میں داخلے کے خواہش مند ہوتے ہیں لیکن یہاں چونکہ دارالعلوم میں مقامی زبان میں پڑھائی ہوتی ہے اسی کے باعث ملک کے باقی حصوں کے اکثر طلباء داخلے سے محروم رہ جاتے ہیں۔ لہذا یہ انقلابی فیصلہ کیا گیا اور ملک بھر سے اس نئے سلسلے کا خیر مقدم کیا جارہا ہے۔ ان درجات میں پڑھائی اردو زبان میں شروع ہوچکی ہے۔ آئندہ سال درجہ رابعہ کے اوپر کی کلاسوں میں بھی اردو زبان وبعض درجات میں عربی زبان میں درس کا سلسلہ انشاءاللہ شروع کیا جائے گا۔ اس سال بھی شیخ الحدیث حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ نے دورہ حدیث شریف کے اپنے اسباق عربی لغت میں پڑھانے کی

پیشکش اور اس پر عمل درآمد پر فیصلہ کیا۔ اور اسی کے ساتھ تقابل ادیان پر بھی آپ لیکچر دیں گے۔ آخر میں داخلہ کے لئے قائم اساتذہ کی ذیلی کمیٹی کی شبانہ روز کوششوں سے صاف و شفاف ونظم ونسق کے مطابق داخلہ کرانے پر ان کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے بیرون ملک اسفار: گزشتہ شعبان حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ایک انٹرنیشنل اسلامک کانفرنس میں شرکت کے لئے جنوبی افریقہ تشریف لے گئے۔ یہ کانفرنس دارالخلافہ پریٹوریا میں تین دن تک جاری رہی۔ مولانا مدظلہ نے عالم اسلام کو درپیش موجودہ حالات اور مستقبل میں دینی اداروں اور مدارس عربیہ کی ضرورت واہمیت پر موثر خطاب فرمایا اور عالم کفر کے طرف سے چیلنجوں پر کھل کر اظہار خیال فرمایا جسے کانفرنس میں بے حد سراہا گیا۔ مولانا مدظلہ نے اس دورہ میں جوہانسبرگ' ڈربن اور بعض دیگر شہروں میں دینی مدارس اور مراکز اسلامیہ کا بھی تفصیلی دورہ کیا اور وہاں مختلف علماء سے بھی ملاقاتیں کیں۔ واپسی میں حضرت مولانا مدظلہ نے عرب امارات کے شہر دوبئ' ابوظہبی میں چند دن قیام کیا اور رمضان میں واپس تشریف لائے۔ پھر ۲۵ رمضان المبارک کو حضرت مولانا مدظلہ عمرہ کیلئے سعودی عرب تشریف لے گئے۔ آپ شاہی مہمان کی حیثیت سے حجاز مقدس میں ٹھہرائے گئے اور امام کعبہ امام ابن الشبیل وامام حرم مدنی شیخ عبدالرحمان حذیفی اور دیگر اہم سعودی ذمہ داروں سے آپ کی تفصیلی ملاقاتیں کرائی گئیں۔ خصوصاً حرم مکی کے چیف امام ابن شبیل نے عید کے روز حضرت مولانا مدظلہ کے لئے اپنے گھر پر ایک پرتکلف ظہرانے کا اہتمام بھی فرمایا۔ اسی طرح حضرت مولانا حامد الحق حقانی ایم این اے' اور مدیر ''الحق'' مولانا راشد الحق حقانی نے بھی رمضان میں عمرے کی سعادت حاصل کی۔

جرمن وزارت خارجہ کے اعلیٰ عہدیدار اور ایمبیسی کے کونسلر کی دارالعلوم آمد: گزشتہ دنوں جرمن وزارت خارجہ میں پاکستانی شعبے کے چیف جناب مسٹر رابرٹ سیگفرڈ اور فرسٹ کونسلر مسٹر الیگزینڈر مدیر الحق مولانا راشد الحق سے ملاقات کیلئے خصوصی طور پر تشریف لائے اور آپ نے پاکستان اور عالم اسلام کی سیاسی صورتحال پر ان سے تفصیلی گفتگو کی۔ تین گھنٹے اس طویل نشست میں مدیر الحق نے انہیں تفصیل سے دینی مدارس کی اہمیت' نصاب تعلیم' پاکستان و افغانستان' عراق و کشمیر سمیت دیگر اہم موضوعات پر تفصیلی انہیں آگاہ کیا۔ بعد میں انہوں نے دارالعلوم کے مختلف شعبوں کا تفصیلی دورہ بھی کیا۔ اور نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ اور مولانا حامد الحق حقانی ایم این اے نے بھی ان سے تفصیلی ملاقات کی اور مختلف امور پر تبادلہ خیال کیا۔

مدیر الحق کی قارئین حضرات سے دعاؤں کی خصوصی اپیل: ہم اپنے معزز قارئین' علماء وطلباء کرام اور مخلص ومشفق کرم فرما حضرات سے اپیل کرتے ہیں کہ مدیر الحق مولانا راشد الحق حقانی کی والدہ ماجدہ گزشتہ کافی عرصے سے شدید بیماری میں مبتلا ہیں۔ ان کی صحت یابی کے لئے خصوصی دعائیں فرمائیں۔ ....(ادارہ)

مدیر کے قلم سے

تعارف تبصرہ کتب

کتاب: فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ ترتیب: مولانا مفتی محمد وہاب منگلوری

افادات: محدث کبیر فقیہ العصر مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب دامت برکاتہم

اہتمام واشاعت: مولانا حسین احمد صفحات: جلد اول ۶۱۲ قیمت: درج نہیں

استاذی حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ زمانہ حال کی ان چند علمی وروحانی شخصیات میں سے ہیں جو کسی تعارف وتبصرہ کے محتاج نہیں۔ ان پر پاکستانی قوم جتنا بھی فخر کرے وہ کم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی ممتاز صفات اور خصوصیات سے نوازا ہے' آپ علم وعمل' خلوص وللہیت' عاجزی' تواضع میں اپنے اسلاف کا بہترین نمونہ ہیں۔ آپ کئی سالوں تک جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث اور رئیس دارالافتاء رہ چکے ہیں' زیر نظر فتاویٰ اسی دور کے جاری شدہ فتاویٰ کا مجموعہ ہے جن کا اکثر حصہ جامعہ سے شائع شدہ فتاویٰ' فتاوی حقانیہ میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ ویسے تو دینی مناصب کا ہر منصب ذمہ داری والا ہوتا ہے' مگر ان مناصب میں سے اہم منصب افتاء انتہائی نازک' حساس اور ذمہ داری والا ہے۔ اس منصب کو سنبھالنے کیلئے تبحر علمی' وسعت مطالعہ' ذہانت' زہد وتقویٰ امانت داری' دیانتداری' کتاب اللہ وسنت میں انتہائی مہارت' فقہ واصول فقہ اور دیگر علوم وفنون میں عبقریت ضروری ہے اسکے علاوہ حالات حاضرہ' لوگوں کے طریقہ ء بودوباش' رہن سہن' احوال وظروف سے آگاہی بھی ضروری ہے' لوگوں کے طبائع' انکے تعامل وعادات اور انکے اطوار سے واقفیت بھی لازمی امر ہے اور یہ اسلیئے کہ مسئلہ کے نشیب وفراز' تک بآسانی رسائی ہو سکے' یہ تمام تر صفات حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم میں بدرجہ کمال موجود ہیں' آپ کا ہر فتویٰ ان جملہ صفات کی ترجمانی کرتا ہے اور ان تمام صفات کی عکاسی آپکے فقہی افادات' فتاویٰ فریدیہ اور دیگر رسائل سے ہوتی ہے

اس کے علاوہ حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی ایک ممتاز صفت یہ بھی ہے کہ آپ مدظلہ کا انداز تفہیم انتہائی عام فہم اور آسان ہے باوجود اس کے کہ آپ معقولات' منقولات دونوں میں عبقریت رکھتے ہیں اور ان سب میں آپ کہنہ مشق استاد اور مدرس بھی ہیں' لیکن آپ نے فتاویٰ میں انتہائی عام فہم طریقہ استدلال اور طریقہ تفہیم وافتاء اپنایا ہے آپ چونکہ فقیہ اور محدث دونوں ہیں اس لئے آپ کے فتاویٰ میں فقہ اور حدیث کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے فتاویٰ کے تعارف کیلئے صرف آپ کی طرف اس کی نسبت ہی کافی ہے' اگرچہ بعض مسائل میں اختلاف کی گنجائش ہے لیکن فقہ وفتاویٰ کے باب میں یہ کوئی عیب نہیں' ہر مفتی کی اپنی تحقیق اور ان

کی اپنی رائے ہوتی ہے' ایسا اختلاف خیر القرون سے لے کر آج تک چلا آ رہا ہے' اور رہے گا یہ فقہ کی ایک انفرادی خصوصیت ہے مگر فی الجملہ فتاوی فریدیہ کا طرز تدوین تقریباً ہر جواب کا باحوالہ ذکر کرنا' فتاویٰ حقانیہ کی طرح ایک امتیازی حیثیت ہے۔ فتاوی کے مرتب برادرم مولانا مفتی محمد وہاب حقانی بھی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ آپ ایک فاضل عالم دین اور تحقیقی ذوق رکھنے والے مفتی ہیں' آپ کے حسن ترتیب نے فتاوی کو مزید مزین کر دیا ہے۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کے علم و عمل میں دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی فرمائے۔ مخدوم المکرّم جناب حضرت مولانا حسین احمد صاحب بھی شکریہ اور سپاس کے مستحق ہیں کہ انہوں نے حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے مجموعہ کو شائع کرنے کا اہتمام کیا اور ان کی پہلی جلد منظر عام پر افادہ کے لئے شائع کر دی' یہ فتاویٰ ہر خاص و عام کے لئے نہ صرف مفید ہے بلکہ مشغل راہ بھی ہے۔ ہر گھر ہر مدرسہ اور ہر لائبریری میں اس کا ہونا از حد ضروری ہے۔

کتاب: صحیفہ ہمام ابن منبہؒ۔ تحقیق و تخریج مفتی احتشام الحق آسیا آبادی ضخامت: ۳۲۸ صفحات
قیمت: ۱۸۰ روپے۔ ملنے کا پتہ: الجامعۃ الرشیدیہ آیا آباد تربت مکران' بلوچستان

جلیل القدر صحابی رسول اللہ ﷺ حضرت ابو ہریرہؓ کا شمار ان اجلہ صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ جن سے کثیر روایات سے مروی ہیں۔ اور وہ تمام احادیث و مرویات آپ کے ہاں لکھی ہوئی موجود تھیں' جن سے پانچ ہزار تین سو چونسٹھ احادیث کے مکتوب ذخیرہ کا پتہ چلتا ہے' چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ کی طرف کئی صحیفے منسوب ہیں ان میں ایک صحیفہ صحیفہ ھمام بن منبہ ہے۔ ھمام ابن منبہ حضرت ابو ہریرہؓ کے مشہور تلمیذ ہیں انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کی احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا جس کا نام حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں الصحیفۃ الصحیحہ ذکر کیا ہے ۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں اس صحیفہ کو بتمامہا نقل کیا ہے۔ امام مسلم بھی اپنی صحیح میں بہت سے احادیث اس صحیفہ کے واسطے سے لائے ہیں۔ جب وہ اس صحیفہ کو کوئی حدیث ذکر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں۔ عن ھمام بن منبہ قال ھذا ماحدثنا بہ ابوھریرہ عن رسول اللہ ﷺ فذکرا حادیث منھا و قال رسول اللہ ﷺ حسن اتفاق سے چند سال قبل اس صحیفہ کا اصل مخطوط دریافت ہو گیا ہے۔ اس کا نسخہ جرمن میں برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ دوسرا نسخہ دمشق کے کتب خانہ مجمع علمی میں سیرت اور تاریخ کے مشہور محقق' ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے ان دونوں نسخوں سے مقابلہ کر کے یہ صحیفہ شائع کیا ہے۔ اس میں ایک سو اڑتیس (۱۳۸) احادیث ہیں اور جب مسند احمد سے اس کا مقابلہ کیا گیا تو کہیں ایک حرف یا ایک نقطہ میں بھی فرق نہیں تھا۔

منکرین حدیث سادہ لوح عوام کو اپنے باطل نظریہ کے ثبوت کیلئے یہ دلیل دیتے ہیں کہ عہد نبوی ﷺ میں کتابت و تدوین اور جمع و ترتیب احادیث کا اہتمام موجود نہیں تھا۔ اور یہ احادیث کا موجودہ ذخیرہ حضور ﷺ سے تقریباً

سو سال بعد عہد بنی امیہ میں مرتب ہوا ہے۔ اس لئے یہ ذخیرہ قابل اعتماد نہیں رہا۔ کیونکہ سو سال تک کون یہ احادیث یاد رکھ سکتا ہے اور دوسری بات یہ کہ زبانی طور پر اس کے نقل در نقل میں تحریف وغیرہ کا بھی اندیشہ ہے' چنانچہ منکرین حدیث اور پرویزی حیلہ گروں کے اس بھونڈے استدلال کا علماء کے بہت ہی شافی جوابات دیئے ہیں بلکہ کتابت و تدوین حدیث پر مستقل کتابیں مختلف زبانوں میں آئی ہیں۔ سرے سے یہ بات غلط ہے کہ عہد نبویؐ میں کتابت و تدوین حدیث کا اہتمام نہیں تھا بلکہ عہد نبوی میں اکثر صحابہ کرام آپ کی احادیث کی کتابت کیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کا کتابتِ حدیث سے ابتدائی دور میں منع فرمانا اس لئے تھا کہ قرآن سے التباس نہ ہو آجائے مگر پھر بھی خاص خاص لوگوں کو اس کی کتابت کی اجازت تھی۔ طبقات ابن سعد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا واقعہ مذکور ہے کہ آپ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ جو حدیثیں میں نے آپ سے بالمشافہ سنی ہیں ان کے لکھنے کی اجازت فرماویں' حضورؐ نے اجازت دے دی۔ پھر حضرت عبداللہؓ نے دریافت کیا کہ صرف حالت نشاط والی احادیث نقل کروں یا حالت غضب کی بھی آپ نے اپنے دھن مبارکہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس منہ سے سوائے حق کے اور کچھ نہیں نکلتا۔ چنانچہ انہوں نے احادیث نبویہ کو جمع کیا اور اس کا نام الصادقہ رکھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ احادیث یاد ہیں مگر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ انہ کان یکتب ولا اکتب خود حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس احادیث کا لکھا ہوا ذخیرہ موجود تھا جس کا تذکرہ مندرجہ بالا سطور میں کیا گیا ۔حسن بن عمرو فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہؓ کو ایک حدیث سنائی تو آپ نے اسکا انکار کیا اور فرمایا کہ اگر تم نے مجھ سے یہ حدیث سنی ہے تو میری کتابوں میں موجود ہوگی۔ چنانچہ آپ نے کتابوں میں تلاش کی تو وہ مل گئی۔

اسی طرح کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مرتب کردہ مجموعہ ہائے احادیث اسی عہد نبویؐ کی یادگار ہیں۔ مثلاً الصحیفۃ الصادقہ مذکورہ (۲) صحیفہ علیؓ ابوداؤد ج ۱ میں حضرت علیؓ کا یہ قول منقول ہے۔ ما کتبنا عن رسول اللہ ﷺ الا القرآن وما فی ھذہ الصحیفہ (۳) کتاب الصدقہ اس میں زکوۃ وصدقات اور عشر وغیرہ کے احکام ہیں اور یہ ان احادیث کا مجموعہ تھا جو حضورؐ نے املاء کرائی تھی سنن ابی داؤد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب آپ نے اپنے عمال کو بھیجنے کے لئے لکھوائی تھی۔ لیکن آپ بھجوا نہ سکے تھے کہ آپ کی وفات واقع ہوگئی۔ آپ کے بعد یہ کتاب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس رہی پھر حضرت عمرؓ کے پاس آئی۔ پھر ان کی صاحبزادوں حضرت عبداللہ اور حضرت عبیداللہ کے پاس پھر ان سے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حاصل کر کے نقل کی اور ان سے حضرت سالم بن عبداللہ کے پاس منتقل ہوئی۔ حضرت سالم سے امام ابن شہاب زہریؒ نے اسے حفظ کیا اور دوسروں کو پڑھایا۔

(۴) صحف انس بن مالکؓ حضرت سعید ابن ہلال فرماتے ہیں کہ کنا اذا اکثرنا علی انس بن مالک فاخرج الینا محالا عندہ فقال ھذہ سمعتھا من النبیؐ فکتبتھا وعرضتھا۔ (بقیہ صفحہ ۵۸ پر)

نحمدہ ونصلی علی رسول الکریم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے

ماہنامہ ''**الرشید**'' نے حضور ختمی مرتبت ﷺ کی شان میں ایک عظیم وضخیم ''نعت نمبر'' مشتمل بر ۱۴۸۰ صفحات دو جلد' عمدہ آرٹ پیپر پر چار رنگ میں نکالا' نعتوں کے انتخاب میں خصوصاً عربی نعتوں میں صحابہ کرامؓ کا دستیاب نعتیہ کلام اور برصغیر کے علماء کرام کی نعتیں اور قصائد پر خصوصی توجہ دے کر اتنا مواد جمع کر دیا کہ اس کا عشرِ عشیر بھی پہلے شائع نہ ہوا ہو گا تین رنگ میں دلکش صلوۃ وسلام کا حاشیہ ہے خریدار۔فرم۔ادارے کا نام نعتیہ شعر

یارب صل وسلم دائماً ابداً
علیٰ حبیبک خیر الخلق کلهم

کے نیچے کونہ میں درج ہے اور التزام کیا گیا ہے کہ جہاں آپ ﷺ کا اسم گرامی ﷺ اور آپ ﷺ کی ضمائر آئیں ﷺ لکھا جائے۔اس طرح کم وبیش دو لاکھ مرتبہ کے قریب صلوۃ وسلام پورے ''نمبر'' میں مشک بار ہے اور بقول شخصے...... ''مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید......اور شرکائے مجلس ادارت ومشاورت کے لئے گویا حُبِ رسول اللہ ﷺ کی حجت وسند ہے کسی مکتبہ فکر کی تخصیص نہیں سب حضرات کی نعتیں لی ہیں حتیٰ کہ غیر مسلم حضرات کی بھی لی ہیں کہ نعت بہت بڑا اعزاز ہے اور مجلس مشاورت میں بھی ہر مکتبہ فکر کے لوگ ہیں۔نمبر پر تبصرے مرتب اور نام لکھوانے والوں کے لئے ذخیرہ آخرت ہے۔

اب اس کی دوسری اشاعت (ایڈیشن) کی تیاری ہے۔جدید ایڈیشن مع نئی نعتوں کے اضافہ کے' انشاء اللہ پہلے سے بہتر معیار اور بہتر کاغذ پر' کاغذ کی ہوشربا گرانی کی بناء پر ہدیہ تین ہزار روپے اور پیشگی رقم جمع کرا کر نام لکھوانے کیلئے ڈھائی ہزار روپے۔ایک حدیث کے مفہوم کے مطابق (جو حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے) جس شخص کا نام درود شریف کے ساتھ آئے گا اس کو دس نیکیاں ملیں گی۔دس درجات بلند اور دس گناہ معاف ہوں گے۔ہزار کے ایڈیشن میں ۲۰ کروڑ دفعہ صلوٰۃ وسلام آئے گا۔اللہ کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ ہر خریدار کو یہ اجر ملے۔صلوٰۃ وسلام اور نعت کی برکت سے ملک سے نحوست دور ہوگی اس کی گھر میں موجودگی خیر و برکت کا باعث ہوگی انشاء اللہ یہ ایڈیشن ربیع الاول ۱۴۲۵ھ تک شائع ہو جائے گا۔بے شمار غریب طلباء اور ائمہ وخطیب حضرات گرانی کی وجہ سے خرید نہیں سکتے اہل استطاعت زیادہ تعداد میں لیکر ان کو ہدیہ کریں' ہدیہ کرنے والوں کے نام اسٹیکر چھپوا کر لگا دیا جائے گا۔نمونہ کیلئے جوابی خط یا چار روپے کے ٹکٹ ارسال فرمائیں۔

والسلام مع الاحترام: حماد ارشد بن عبدالرشید ارشد

سرکولیشن منیجر ماہنامہ ''**الرشید**'' 25 لوئر مال لاہور۔ فون و فیکس **7111899**

مدارس کے طلباء اور اساتذہ کرام کے لئے خوشخبری

اشرف الہدایہ مکمل سیٹ

مولانا جمیل احمد سکروڈھوی
مدرس جامعہ دارالعلوم دیوبند وقف

شرح اردو
ہدایہ

اضافہ عنوانات: مولانا محمد عظمت اللہ.
رفیق جامعہ فاروقیہ کراچی

عمدہ پاکستانی کاغذ — مفصل عنوانات کا اضافہ، ہر جلد کے شروع میں جامع فہرست، تسہیل اور کمپیوٹر کمپوزنگ — معیاری طباعت

خوبصورت پائیدار جلدیں، تمام درجات کے طلباء کی ضرورت وسہولت کے مطابق

جلد1	كتاب الطهارات تا باب شروط الصلوة	قیمت=/180	
جلد2	باب صفة الصلوة تا باب الصلوة في الكعبة	قیمت=/180	
جلد3	كتاب الزكوة تا باب الهدى	قیمت=/201	
جلد4	كتاب النكاح تا باب طلاق المريض	قیمت=/180	
جلد5	باب طلاق المريض تا باب العبد يعتق بعضه	قیمت=/180	
جلد6	باب عتق احد العبدين تاباب قطع الطريق	قیمت=/165	
جلد7	كتاب السير تا فصل في وقف المسجد	قیمت=/150	
جلد8	كتاب البيوع تا فصل في بيع الفضولي	قیمت=/180	
جلد9	باب السلم تا باب التحكيم	قیمت=/180	
جلد10	كتاب الشهادة تا باب التحالف	قیمت=/180	
جلد11	باب ما يدعيه الرجلان تا كتاب الهبة	قیمت=/180	
جلد12	كتاب الاجارات تا كتاب الغصب	قیمت=/180	
جلد13	كتاب الشفعة تا كتاب الكراهية	قیمت=/180	
جلد14	كتاب احياء الموات تا باب التصرف في الرهن والجناية عليه و جناية على غيره	قیمت=/165	
جلد15	كتاب الجنايات تا باب غصب العبد والمدبر و الصبي والجناية في ذلك	قیمت=/165	
جلد16	باب القسامة تا فصل في احكامه و مسائل شتى	قیمت=/165	

مناسب قیمت ⇐ مکمل سیٹ در 16 جلد کامل قیمت=/2811

عین الہدایہ جدید ۸ جلد

تشریحات، تسہیل، عنوانات کے اضافہ کے ساتھ

مقدمہ: شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب

علماء وطلباء کے لئے بے نظیر تشریح جس میں تمام مباحث کا حل پیش کیا گیا ہے۔ ۲۵ سال سے استاد ہدایہ کے قلم سے ایک بے مثال تشریح از مولانا انوارالحق قاسمی صاحب استاد ہدایہ کے قلم سے

پیش لفظ: مفتی نظام الدین شامزئی صاحب

تقریظات: مولانا احسان اللہ شائق رمولانا عبداللہ شوکت — کامل سیٹ قیمت=/2460

خواتین کے مسائل اور انکا حل ۲ جلد کامل

یعنی مجموعہ فتاویٰ برائے خواتین

جمع وترتیب: مفتی ثناء اللہ محمود فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

خواتین کے متعلق عقائد، عبادات، معاملات، نکاح، طلاق، وراثت اور جائز وناجائز کے مسائل کا نافع مجموعہ سوال وجواب کی شکل میں۔ از افادات حضرت تھانویؒ، حضرت گنگوہیؒ، مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، علامہ عثمانیؒ، مفتی عاشق الٰہیؒ، حضرت یوسف لدھیانویؒ، مفتی رشید احمد صاحبؒ، مولانا محمد تقی عثمانی صاحب، مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ ودیگر علماء کرام — امپورٹڈ کاغذ — قیمت=/615

ترتیب جدید، تبویب، تعلیق اور تخریج جدید کے ساتھ

فتاویٰ رحیمیہ جدید (کمپیوٹر) کامل ۱۰ حصے در ۵ جلد

زیر ہدایت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ

رفیق دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے قلم سے

سفید کاغذ، اعلیٰ طباعت، پائیدار جلد — قیمت=/1275

رفیق دارالافتاء جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی تخریج جدید کے ساتھ

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

کلاں مکمل مدلل ۱۲ حصص در ۶ جلد

جدید تخریجات کے اضافہ یعنی دارالافتاؤں میں رائج الوقت کتب فتاویٰ کے بھی صفحات کے نمبر شامل کر دیئے گئے اور قدیم بھی شامل ہیں۔

اعلیٰ پاکستانی کاغذ، کمپیوٹر کتابت، ۶ جلد بیروت اسٹائل مناسب — قیمت=/1560

دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی کی زیرنگرانی ہونیوالا علمی ذخیرہ

کفایت المفتی جدید مدلل حوالہ جات کی تخریج کے ساتھ ۵ جلد کامل

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دھلویؒ

تمام مسائل پر عنوانات اور حوالوں کے ساتھ جس سے مفتیان کرام محققین، علماً وطلباً اب بہ آسانی استفادہ کرسکیں معیار کے ساتھ

کمپیوٹر کتابت — اعلیٰ کاغذ وطباعت — مجلّد بیروت اسٹائل — قیمت=/1500

ناشر: دارالاشاعت اردو بازار کراچی فون: 021-2213768, 2631861

بیروت سے درآمد شدہ نہایت اعلیٰ معیار کی عربی کتب کا بڑا ذخیرہ رعایتی نرخوں پر دستیاب ہے

خصوصی رعایتی نرخوں کے لئے رابطہ فرمائیں

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

زندگی کے سارے سُکھ، صحّت اور تن دُرستی سے ہیں

تن سُکھ سے تن دُرست

تن سُکھ جسم وجاں کو تقویت پہنچاتا ہے، نظامِ ہضم اور افعال جگر کی اصلاح کرتا ہے۔

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔

آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعات ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہر علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

ہمدرد

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:

www.hamdard.com.pk

Adarts -HTS-12/97(R)